اکابر

علمائے دیوبند

اتباع شریعت کی روشنی میں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆☆☆

تسہیل: حافظ محمد سلیمان

عمر پبلی کیشنز
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور فون: 7356963

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحمدُهٗ وَنصَلّی عَلٰی رسُوْله الکرِیْمِ

عزیزم مولوی محمد شاہد سلمہٗ، بعد سلام مسنون، کئی سال ہوئے تم نے مجھ پر اصرار کیا تھا کہ میں اس اعتراض کا جواب لکھوں کہ ان علماءِ دیو بند کے درمیان اپنے اکابر کے ساتھ جو عقیدت ہے وہ کہیں دوسری جگہ نہیں پائی جاتی۔ ان علماء کے اکابر کے بظاہر خلاف شرع اگر کوئی کچھ لکھے تو یہ تکفیر تک پہنچا دیتے ہیں اور جب معلوم ہو کہ یہ الفاظ تو انہیں کے اکابر کے ہیں تو اس کی تاویلیں کرتے پھرتے ہیں۔ میں نے تمہارے اس اعتراض کو باوجود تمہارے اصرار کے توجہ کے قابل نہیں سمجھا اور اپنے مشاغل کو ان فضولیات کی وجہ سے چھوڑنا نہیں چاہا۔ میں نے اس قسم کا فقرہ تو بہت بچپن میں جب میری عمر غالباً دس برس کی تھی حضرت قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ اعلی اللہ مراتبہ کے انتقال پر جو حضرت شیخ الہند نے مرثیہ لکھا تھا اور میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے کئی ہزار چھپوایا تھا اور خوب مفت بانٹا تھا مجھے بھی قریب

دوسری جگہ بعض مشائخ کے اس مقولہ کے بارے میں "جس گناہ کولوگ ہلکا سمجھیں وہ کبیرہ ہے اور جسے لوگ بہت بڑا سمجھیں وہ صغیرہ ہے۔" لکھتے ہیں کہ اس سے اگر یہ مراد لی جائے کہ کبیرہ وصغیرہ گناہ کا مدار لوگوں کے ذوق پر ہے تو یہ معنی باطل ہے کہ لوگ تو بدنظری کو ہلکا سمجھتے ہیں اور زنا کو بڑا سمجھتے ہیں اور حقیقۃً بھی ایسا ہی ہے۔ البتہ اگر اس سے مراد یہ ہے کہ کسی گناہ کو لوگ اگر لاپرواہی سے ہلکا سمجھیں تو یہ اللہ کے نزدیک کبیرہ ہو جاتا ہے۔ اور اگر اسے خدا کے خوف کی وجہ سے بہت بڑا سمجھیں تو یہی گناہ خوف کی وجہ سے صغیرہ ہو جاتا ہے۔ اور حدیث بھی اسی معنی کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بعض گناہوں کو اپنے علو مرتبت اور کمال عند اللہ کی بناء پر موبقات اور مہلکات میں سے سمجھتے تھے اور انہی گناہوں کو بعد میں آنے والے جو اُن سے کم مرتبہ تھے بہت ہلکا سمجھنے لگے۔ (مدارج السالکین ص ۲۲۴)

میرا مقصود ان مضامین کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ جن کا تدین وتقویٰ اور اتباع شریعت محقق ہو ان کے اقوال کی تاویل کرنی پڑتی ہے اور متشدد لوگوں نے بھی کی ہے۔ یہ سمجھنا کہ یہ اپنی جماعت کی حمایت ہے حقیقت حال سے ناواقفیت ہے، بلکہ علم سے بھی ناواقفیت ہے۔ ہر شخص کا ایک درجہ ہوتا ہے، ہر کس و ناکس کے کلام کی تاویل نہیں کی جاتی۔ اور میرا عقیدہ اکابرِ دیوبند اعلی اللہ مراتبہم نور اللہ مراقدہم کے متعلق یہ ہے کہ وہ جہاندۂ علوم ہیں، ان کے کلام میں غلطی تو ہو سکتی ہے مگر ان کی غلطی کو پکڑنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ اگر ان کے کلام کو صرف الفاظ لکھ کر کوئی شخص کسی مفتی سے فتویٰ لے لے تو مفتی ظاہر الفاظ پر حکم لگائے گا، مفتی کے ذمہ یہ ضروری نہیں کہ ہر کلام کی تحقیق کرتا پھرے کہ یہ کس کا ہے۔ البتہ جب یہ تحقیق ہو جائے کہ یہ کلام اتنے بڑے شخص کا ہے تو

مفتی کے ذمہ بہت ضروری ہے کہ وہ صاحبِ کلام کا حال معلوم کرکے ضرور تاویل کرے۔

ایک حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی گیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اپنے بندہ کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ مسرور ہوتے ہیں جیسا تم سے کوئی آدمی اپنی اونٹنی پر چٹیل جنگل میں جارہا ہو وہ اُونٹنی اپنا مہار چھڑا کر بھاگ جائے۔ اسی اونٹنی پر اُس کے کھانے پینے کا سامنا ہواور وہ آدمی اُس اُونٹنی کے پکڑنے سے مایوس ہوکر اور اپنی ہلاکت کا خیال کرکے ایک درخت کے پاس آکر پڑ جائے کہ اب مرنے کے علاوہ تو کچھ رہا نہیں۔ وہ اسی حال میں سوچ میں پڑا تھا کہ یکدم اُونٹنی اُس کے پاس آکر کھڑی ہوجائے اور وہ فرطِ خوشی میں اس کا لگام پکڑ کر اور بے اختیار کہنے لگے "یا اللہ تو میرا بندہ اور میں تیرا خدا" خوشی کی بے اختیار میں یہ بھی انداز نہ رہا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اب تم ہی سوچو اگر کوئی شخص محض ان الفاظ کو لکھ کر استفتاء کرے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ "میں تیرا معبود ہوں اور تو میرا بندہ" تو مفتی مجبور ہوگا کہ اس کے کفر پر فتویٰ لکھے۔ مگر اس حدیث پاک میں اس لفظ کو اللہ تعالیٰ کی خوشی کی مثال میں ذکر کیا گیا ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص جس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا جب اُس کی موت کا وقت آیا تو اُس نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور اُن کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تو جلا دینا اور (پھر اُس کو پیس کر) آدھے کو دریا میں بہا دینا اور آدھے کو ہوا میں اُڑا دینا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ پر قدرت ہوگئی تو ایسا عذاب کریگا جیسا کسی پر نہیں ہوا ہوگا۔ جب وہ مرگیا تو

۷۸۶
۹۲

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اُونچا تیرا

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ و شاب مفید عاقل موقظ غافل
مسمّٰی بہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اوّل)

اضافات جدیدہ و ضمیمہ عجیبہ کے ساتھ
جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہایت محققانہ مدلّل فیصلہ کر دیا گیا ہے

مُصنّفہ

حضرت حکیم الامت مولٰنا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اوجھانوی بدایونی مدظلہ
سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باھتمام
محمد اقتدار خاں عرف مصطفٰے میاں

ناشر:۔ مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

فَاسْئَلُوا الْمُؤْمِنِیْنَ الْعٰلِمِیْنَ مِنْ اَهْلِ الْقُرْاٰنِ۔

تم ان مومنوں سے پوچھو جو قرآن کریم کے عالم ہیں۔

تفسیر درمنثور میں اسی آیت فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ کی تفسیر میں ہے۔

اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُوَیْهِ عَنْ اَنَسٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الرَّجُلَ یُصَلِّیْ وَیَصُوْمُ وَیَحُجُّ وَیَغْزُوْ وَ اِنَّهٗ لَمُنَافِقٌ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِمَا ذَا دَخَلَ عَلَیْهِ النِّفَاقُ قَالَ لِطَعْنِهٖ عَلٰی اِمَامِهٖ وَاِمَامُهٗ مَنْ قَالَ قَالَ اللّٰهُ فِیْ كِتَابِهٖ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ابن مردویہ نے حضرت انس سے روایت کی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ السلام سے سنا کہ فرماتے تھے کہ بعض شخص نماز پڑھتے ہیں، روزے رکھتے ہیں حج اور جہاد کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ منافق ہوتے ہیں عرض کی کہ یا رسول اللہ کس وجہ سے ان میں نفاق آگیا۔ فرمایا کہ اپنے امام پر طعنہ کرنے کی وجہ سے امام کون ہے فرمایا کہ رب نے فرمایا فَاسْئَلُوْا الآیۃ

تفسیر صاوی سورہ کہف وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِیْتَ کی تفسیر میں ہے۔

وَلَا یَجُوْزُ تَقْلِیْدُ مَا عَدَا الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ وَلَوْ وَافَقَ قَوْلَ الصَّحَابَةِ وَالْحَدِیْثَ الصَّحِیْحَ وَالْاٰیَةَ فَالْخَارِجُ عَنِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ ضَالٌّ مُّضِلٌّ وَرُبَمَا اَدَّاهُ ذٰلِكَ لِلْكُفْرِ لِاَنَّ الْاَخْذَ بِظَوَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ اُصُوْلِ الْكُفْرِ۔

یعنی چار مذہبوں کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں اگرچہ وہ صحابہ کے قول اور صحیح حدیث اور آیت کے موافق ہی ہو۔ جو ان چار مذہبوں سے خارج ہے وہ گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے۔ کیونکہ حدیث وقرآن کے محض ظاہری معنے لینا کفر کی جڑ ہے۔

احادیث۔ مسلم جلد اول صفحہ ۵۴ باب بیان اِنَّ الدِّیْنَ النَّصِیْحَةُ میں ہے۔

عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّیْنُ النَّصِیْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِهِمْ۔

تمیم داری سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ دین خیر خواہی ہے ہم نے عرض کیا کس کی؟ فرمایا اللہ کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی۔ اور مسلمانوں کے امام کی اور عامہ مومنین کی۔

اس حدیث کی شرح نووی میں ہے۔

وَقَدْ یَتَنَاوَلُ ذٰلِكَ عَلَی الْاَئِمَّةِ الَّذِیْنَ

یہ حدیث ان اماموں کو بھی شامل ہے جو علمائے دین

تاریخ دعوت و عزیمت

مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

اس وقت ہندوستان کیا تقریباً تمام عجمی ممالک ہیں جن میں ترکستان وایران اور افغانستان ہندوستان کے قریبی ہمسایہ تھے، ________ اور انھیں کے رجحانات، مشاغل، ذوق اور تسلیم شدہ حقائق کا سایہ ہندوستان کی علمی و دینی حلقوں پر پڑتا تھا، یہ تسلیم کرلیا گیا تھا کہ قرآن مجید اخص الخواص طبقہ کے مطالعہ، غور وفکر اور فہم و تفہیم کی کتاب ہے، جس کا سمجھنا ایک درجن سے زیادہ علوم پر موقوف ہے، اس کو عوام میں لانا، عوام کو براہ راست اس کے مطالب سے واقفیت پیدا کرنے اور اس سے ہدایت اور روشنی حاصل کرنے کی دعوت دینا سخت خطرناک ایک بڑی گمراہی اور فتنہ کا دروازہ کھولنے کے مرادف ہے، اور عوام میں ذہنی انتشار، خود رائی، اور علماء سے بے نیازی، بلکہ بغاوت اور سرکشی کی دعوت دینا ہے، اس طرز خیال اور دلیل کو ایک مختصر رسالہ "تحفۃ الموحدین[1]" میں بڑی خوبی سے بیان کیا گیا ہے:۔

"بعض لوگ کہہ بیٹھتے ہیں کہ قرآن مجید اور حدیث کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے، جو بہت سے

(باقی ص ۱۴۱ کا) ایک متوسل میاں محمد اعظم عثمانی نصیر آبادی کو جو شاہ صاحب سے ارادت کا تعلق رکھتے تھے، ہدیہ فرمایا، میاں محمد اعظم حضرت سید محمد نعمان (عم حقیقی حضرت سید احمد شہیدؒ) کے پروردہ اور تربیت یافتہ تھے، یہ نسخہ مولانا سید قطب الہدیٰ محدث شاگرد حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کی ملکیت میں آیا، اور منتقل ہوتے ہوئے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحئیؒ کے پاس پہونچا، اس نسخہ کی کتابت ۱۱۶۵ھ میں مکمل ہوئی یعنی شاہ صاحبؒ کی وفات سے گیارہ سال پہلے، یہ بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ فتح الرحمن کی تکمیل سفر حجاز سے واپسی کے بعد کا کارنامہ ہے، سفر حجاز سے پیشتر صرف سورۂ بقرونساء کا ترجمہ ہوا تھا۔
[1] یہ رسالہ شاہ صاحبؒ کے نام اور نسبت کے ساتھ شائع ہوا ہے، لیکن چونکہ شاہ صاحب کی تصنیفات و رسائل کے قدیم تذکروں اور فہرست تالیفات میں عام طور پر اس کا نام نہیں آتا، اس لئے ہم جزم و وثوق سے نہیں کہہ سکتے کہ وہ شاہ صاحبؒ کے قلم سے ہے البتہ جو مضمون نقل کیا جارہا ہے وہ اس طرز خیال کی صحیح ترجمانی ہے جو عام طور پر پھیلا ہوا تھا، اور اس میں اس کا جواب شافی بھی موجود ہے۔

علم اور بے شمار کتابیں پڑھا ہوا ہو، اور اپنے زمانہ کا علامہ ہو، ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝" (الجمعہ۔۲) (خدا تعالیٰ وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں پیغمبر بھیجا انھیں ان پڑھوں میں سے، پڑھتا ہے وہ پیغمبر ان ان پڑھوں پر خدا کی آیتیں اور ان کو گناہ کے میل سے پاک کرتا، اور کتاب اور اس کی تدبیر سکھاتا ہے) یعنی رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان پڑھ اور آپؐ کے اصحاب بزرگوار بھی ان پڑھ تھے، مگر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کے سامنے قرآن کی آیتیں پڑھیں، تو وہ ان کو سُن کر ہر قسم کی بُرائی اور بگاڑ سے پاک صاف ہوگئے، پس اگر ناخواندہ آدمی قرآن وحدیث نہیں سمجھ سکتا، اور اس کی سمجھ کی استعداد نہیں رکھتا تو صحابہؓ بُرائی اور عیبوں سے کیونکر پاک صاف ہوگئے؟ اس قوم پر سخت افسوس ہے، جو صدرہ سمجھنے اور "قاموس" جاننے کا تو دعوی کرتے ہیں، مگر قرآن وحدیث کو سمجھنے میں اپنے آپ کو محض نادان ظاہر کرتے ہیں، اور بعضے یوں کہتے ہیں کہ ہم پچھلے لوگ ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کی برکت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دل کی سلامت کہاں سے لائیں، جو قرآن وحدیث کے معنی بخوبی سمجھ سکیں، ان کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتا ہے، "وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝" (الجمعہ۔۳) یعنی پچھلے لوگ خواہ پڑھے ہوئے ہوں، یا ان پڑھ مگر جبکہ وہ مسلمان ہوں، اور اصحاب کے طریقہ کی پیروی کا ارادہ کریں، اور قرآن وحدیث کو سنیں تو انھیں بھی پاک کرنے کے لئے یہی قرآن وحدیث کافی ہو سکتی ہیں، اور فرماتا ہے "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ

دیوبندی، بریلوی تنازع ختم کرنے کے لیے فیصلہ کُن مناظرے

فتوحاتِ نعمانیہ

مناظرِ اہلِ سُنّت

رئیس المحدّثین والمتکلّمین حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

انجمن اِرشاد المسلمین

۱۴۔ بہاولپور روڈ ○ مزنگ، لاہور

مشہور ہیں اور یہ بھی ہیں کہ آنحضرت صلعم خاتم مرتبی بھی ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ ایک وقت میں ایک آیت کے کئی معنی ہوں۔ حدیث شریف میں خود جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لکل آیۃ منہا ظہر وبطن ولکل حد مطلع "۔ یعنی قرآن عزیز کی ہر ایک آیت کے ²دو قسم کے معنی ہیں۔ ایک ظاہری (جس کو ہر زبان داں سمجھ سکتا ہے) دوسرے باطنی (جس کو خواص ہی سمجھتے ہیں نہ عوام) یہ حدیث صحاح میں موجود ہے۔

اب اگر کسی آیت کے کوئی معنے خود آنحضرت صلعم یا کسی صحابی نے بیان کر دیئے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے نزدیک اس کے بس وہی معنی ہوں نہ کوئی دوسرے۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ اس کے وہ معنی بھی ہوں اور کوئی دوسرے معنی بھی ہوں۔ بس ایسے ہی سمجھ لیجئے کہ لفظ خاتم النبیین کے وہ معنی بھی ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں (یعنی یہ کہ آپ سب سے آخری نبی ہیں[1]) اور وہ معنی بھی جن کو مولانا محمد قاسم صاحب مرحوم نے بیان فرمایا ہے[2]۔ اور اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ قاضی بیضاوی نے تفسیر بیضاوی شریف میں جہاں بقرۂ بنی اسرائیل کا قصہ آیا ہے۔ اوّلاً ان آیات کے وہ معنی بیان کئے جو عام طور پر مشہور ہیں اور جن کو سب لوگ سمجھتے ہیں اور وہی ظاہر قرآن عزیز سے سمجھ میں بھی آتے ہیں۔ اس کے بعد ایک نئے معنی بیان کئے اور وہ یہ کہ بقرہ سے نفس انسانی مراد لیا جائے اور اس کے ذبح کرنے سے جہاد بالنفس۔ تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ قاضی بیضاوی نے مشہور معنی چھوڑ دیا۔ بلکہ یہ کہا جائے گا کہ انہوں نے معنی مشہور بھی لئے اور اس کے علاوہ ایک اور دوسرے باریک معنی بھی بتائے جو عوام کے خیال سے بالاتر تھے۔

علیٰ ہٰذا خاتم الولایت حضرت شیخ محی الدین اکبر ابن عربی رحمہ اللہ تعالےٰ کی تفسیر کو ملاحظہ فرمائیے۔ مشکل سے کوئی آیت ایسی ملے گی جس کے انہوں نے وہ معنی کئے ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ یا تابعین یا ائمہ مفسرین سے منقول ہوں۔ بلکہ اکثر آیات کے معنی ایسے عجیب و غریب بیان کئے ہیں جن کو دیکھ کر بھی حیرت ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ بہت سی وہ آیات جن کی کوئی تفسیر خود جناب رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام سے منقول ہے ان کی تفسیر میں بھی انہوں نے کوئی نئے معنی ہی بیان کئے ہیں۔ لیکن اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاتا کہ انہوں نے آنحضرت صلعم یا صحابہ

---

[1] جیسا کہ حدیث لا نبی بعدی سے معلوم ہوتا ہے ۱۲۔ [2] جیسا کہ بعض احادیث صحیحہ سے مستنبط ہوتا ہے ۱۲

کی بیان کردہ تفاسیر کو چھوڑ دیا معاذ اللہ بلکہ دنیا بھر کے علماء ان کا یہی مطلب سمجھتے ہیں کہ ان کے نزدیک وہ معانی تو مسلم ہیں ہی ان کے علاوہ دوسرے باریک معنی بیان کرتے ہیں جن کو ہر شخص قرآن عزیز سے نہیں سمجھ سکتا تھا بلکہ یہ تو قرآن عزیز کا معجزہ ہے۔ جناب رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں لا تنقضی عجائبہ (یعنی قرآن عزیز کے عجائب وغرائب تابقاء دنیا ختم ہونے والے نہیں) بس ایسے ہی مولانا محمد قاسم صاحب رح کو سمجھئے کہ وہ ان معنی کو بھی تسلیم کرتے ہیں جو عام طور پر مشہور ہیں اور ایک اور باریک معنی بتلاتے ہیں جن کی وجہ سے فضیلت محمدی دوبالا ہو جاتی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت صلعم نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام انبیاء بالعرض۔ اور یہ معنی بھی احادیث نبوی سے مستنبط ہیں۔ خلاصۂ جواب یہ ہے کہ مولانا مرحوم نے حصر کو عوام کا خیال بتایا ہے۔ توہین جب ہوتی جب جناب رسول اللہ صلعم نے کہیں حصر فرمایا ہوتا۔ آنحضرت صلعم نے کہیں حصر نہیں فرمایا۔ بلکہ حدیث شریف میں لکل اٰیۃ منہا ظھر و بطن الحدیث ، فرما کر کسی دوسرے کے لئے بھی حصر کی گنجائش نہ چھوڑی۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

مولوی رحم الٰہی صاحب : حاضرین ! مولوی صاحب نے تحذیر الناس کی عبارت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ خاتم النبیین کے صرف یہ معنی کرنا عوام کا خیال ہے۔ اور یہ مطلب بایں معنی کے لفظ سے نکالا ہے۔ بس میرا سوال یہ ہے کہ بایں معنی کے جو آپ نے یہ معنی کیے کہ صرف اس معنی میں، اس کی آپ کے پاس کیا سند ہے ؟

مولانا محمد منظور صاحب : اس کی سند خود مولانا کا کلام ہے۔ غور کیجئے لفظ خاتم النبیین میں تین ہی احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ حضور خاتم زمانی ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس کے معنی صرف یہ ہوں کہ آنحضرت صلعم خاتم مرتبی ہیں۔ تیسرے یہ کہ خاتم زمانی بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو اور خاتم مرتبی بھی۔ اور یہی مولانا مرحوم کا مختار ہے۔ چنانچہ اسی تحذیر الناس کے صفحہ ۹ کی آخری سطر میں فرماتے ہیں۔

" اور مجھ سے پوچھئے تو [1] الخ "

---

[1] مولانا نے یہ عبارت تقریباً ایک ورق پڑھی تھی ہم نے بوجہ اختصار اس کو چھوڑ دیا ہے اور اس کا آخری حصہ یہ ہے " سو اگر اطلاق اور

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ

(فرمان باری تعالیٰ)

اور لیکن آپ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں

ختمِ نبوت کامل

حصہ

جس میں ایک سو سے زائد آیاتِ قرآنی اور دو سو دس (۲۱۰) احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماعِ امت اور سینکڑوں اقوال صحابہ وتابعین وائمہ دین سے مسئلہ ختم نبوت کے ہر پہلو کو واضح کیا گیا ہے، اور شبہات کے شافی جوابات دیئے گئے ہیں،

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی

وجہ ظاہر ہے کہ صحابہ و تابعین اور اسلاف متقدمین کی تفسیروں کے بعد ان کے خلاف کوئی قول ایجاد کرنا اور آیت کی مراد اُن سب کے خلاف قرار دینا صاف یہ معنی رکھتا ہے کہ العیاذ باللہ تیرہ سو برس تک تمام امت نے قرآن کا مطلب غلط سمجھا، صحابہ کرامؓ اور پھر تابعینؒ اور تبع تابعین اور پھر تمام ائمۂ سلف صالحین میں سے کسی کو حق کی طرف ہدایت نہ ہوئی۔ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کا کوئی مسلمان جو قرآن مجید کو خدا کی کتاب جانتا ہے، قائل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ وہ مفسدۂ عظمیٰ ہے کہ اسلام کی بیخ و بنیاد کو ہلا دینے والا ہے، بلکہ اگر انصاف سے کام لیا جائے تو کوئی منصف کافر بھی اس بیہودگی کو اختیار نہیں کر سکتا، تمام اسلافِ امت کا کسی آیت کی مراد کو نہ سمجھنا یا غلط سمجھنا بوجوہ ذیل باطل ہے:۔

۱۔۔۔ اوّل تو یہ کہ اس صورت میں قرآن مجید خدا تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ کسی سمجھدار انسان کا کلام بھی نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کا دعویٰ ہے کہ عالم کی ہدایت کے لئے نازل ہوا اور جب تمام عالم باوجود اپنی امکانی کوششوں کے صرف کر دینے کے تیرہ سو برس تک اس کی مراد کو نہ پا سکا تو معاذ اللہ گمراہی پر گمراہی بڑھانے والی چیستان ہو گئی، کوئی قابلِ عمل کتاب نہ رہی۔

۲۔۔۔ دوم اس صورت میں قرآن مجید کوئی قابلِ عمل اور قابلِ اعتماد کتاب نہیں رہتی اور اس کتاب مبین سے العیاذ باللہ امن اٹھ جاتا ہے، کیونکہ جب یہ ممکن ہے کہ تیرہ سو برس تک تمام اُمّت کی عرق ریزی اور جانکاہی اس کی صحیح مراد پر نہ پہنچا سکی اور ان سب کے ناخن تدبیر اس گتھی کو نہ سُلجھا سکے، اور امت کے سب سے بڑے ارکان صحابہ و تابعین اس چیستان کے حل کرنے سے عاجز رہ کر معاذ اللہ ہمیشہ گمراہی میں پھنسے رہے تو جو صاحب آج اس کے نئے معنی کو صحیح بتلاتے ہیں کیا اس میں بھی یہ احتمال نہیں کہ وہ بھی پہلے معنی کی طرح آئندہ چل کر غلط ثابت ہوں، جس کا ظہور آئندہ تیرہ سو برس کے بعد ہو، ورنہ وہ بتلائیں کہ ان کے پاس اس کی کیا ضمانت ہے کہ وہ جو کچھ مراد سمجھتے ہیں وہ ہرگز غلط نہیں ہو سکتی،

بلکہ اس صورت میں ہر شخص کو یقین کر لینا پڑے گا کہ جب اس ذات مقدس نے اس معمہ کو حل نہ کیا جس پر قرآن نازل ہوا اور ان کو اس کے پڑھانے اور بیان کرنے کے لئے ہی خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا تھا، پھر صحابہ کرام پر اس کی صحیح مراد ظاہر نہ ہو سکی، حالانکہ انھوں نے اسی کے حاصل کرنے اور پڑھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی

تقلید کی شرعی حیثیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴

بعض حضرات نے اس استدلال پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ آیت جنگ کے مخصوص حالات پر مشتمل ہے، لہٰذا زمانۂ امن کے حالات کو اس پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔[۱] لیکن اس اعتراض کا جواب ہم شروع میں دے چکے ہیں، کہ اعتبار آیت کے عام الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ شانِ نزول کے مخصوص حالات کا، چنانچہ امام رازیؒ اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:۔

ان قوله وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ عام فی کل ما يتعلق بالحروب وفيما يتعلق بسائر الوقائع الشرعية، لأن الامن والخوف حاصل فی کل ما يتعلق بباب التكليف، فثبت أنه ليس فی الآية ما يوجب تخصيصها بأمر الحروب[۲]،

"اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ "جب اُن کے سامنے امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے الخ" بالکل عام ہے جس میں جنگ کے حالات بھی داخل ہیں اور تمام شرعی مسائل بھی، اس لئے کہ امن اور خوف ایسی چیزیں ہیں کہ تکلیفاتِ شرعیہ کا کوئی باب ان سے باہر نہیں، لہٰذا ثابت ہوا کہ آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو اُسے صرف جنگ کے حالات سے مخصوص کردے"

امام ابوبکر جصّاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس اعتراض کا یہی جواب نہایت تفصیل کے ساتھ دیا ہے،[۳] اور اس بارے میں ضمنی شبہات کی بھی تردید فرمائی ہے یہی وجہ ہے کہ مشہور اہلِ حدیث عالم نواب صدیق حسن خانصاحبؒ نے اسی آیت سے قیاس کے جواز پر استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

---

[۱] تحریکِ آزادیٔ فکر از مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ، ص ۳۱، [۲] تفسیر کبیرؒ ج ۳ ص ۲۷۳
[۳] احکام القرآن للجصاصؒ ج ۲ ص ۲۶۳ باب طاعۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم،

فتاویٰ ثنائیہ

جس میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے ۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔

محشی بالحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ

جلد اوّل

مرتبہ

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب رازؔ

ناشر

ادارہ ترجمان السنۃ، ۷ ایبک روڈ، لاہور

عندی صحیح۔

یعنی مقلد کا استدلال یوں ہے کہ یہ مسئلہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے اور امام ابوحنیفہؒ کی جو رائے ہو۔ وہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

برادرانِ احناف

کیا آپ کا طرزِ استدلال یہی ہے۔ کیا شیعہ کے سامنے مسئلہ خلافت کے ثبوت میں آپ اسی طرزِ عمل پر قناعت کر سکتے ہیں۔ ہاں اہل حدیث اور شوافع وغیرہ کے مقابلہ میں مسئلہ فاتحہ خلف الامام کے متعلق اتنا ہی کہنا کافی جانتے ہیں کہ فاتحہ خلف الامام نہ پڑھنا امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے۔ اس لئے یہی مسئلہ صحیح ہے۔ واللہ مجھے یقین ہے کہ آپ ہرگز ایسا نہیں کرتے اور نہ کر سکیں گے کیونکہ ایسا کرنا آپ کے نزدیک بھی بجوے نیرزد[1] کا مصداق ہے۔ بلکہ اس سے آگے چل کر آیات اور احادیث سے استدلال کریں گے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ وہ استدلال آپ کا علیٰ وجہ البصیرت اور معرفت تامہ کے ساتھ ہو گا یا بے بصیرت اور معرفت ناقصہ کے ساتھ۔ بس یہ ایک سوال ہے جس کے متعلق آپ لوگوں کے ضمیر سے میری اپیل ہے۔

خدا بھلا کرے مولوی خیر محمد صاحب جالندھری کا جنہوں نے باوجود دیوبندی مقلد ہونے کے مسئلہ تقلید کا بہت سا حصہ صاف کر دیا۔ آپ اپنے رسالہ خیر التقلید میں لکھتے ہیں۔ کہ

قرآن و حدیث کی نصوص میں تقلید نہیں ہے۔ تقلید صرف مسائلِ استنباطیہ میں ہے۔

اس بناء پر میں جملہ علماء احناف سے پوچھا کرتا ہوں۔ آپ نماز میں جو ارکان ادا کرتے ہیں یہ آپ کے نزدیک منصوص ہیں یا نہیں؟ مثلاً قیام، رکوع، سجود اور قعدہ وغیرہ۔ منفرد حالت میں فاتحہ کا پڑھنا، مقتدی ہونے کی صورت میں نہ پڑھنا۔ کیا یہ سب افعال منصوص نہیں ہیں؟ اسی طرح دیگر ارکان سب منصوص ہیں۔ پھر بتایئے کہ ارکانِ اسلام کے ادا کرنے میں آپ مقلد ہوئے یا محقق؟

بس یہ ایک سوال ہے جو قابلِ غور ہے۔ باوجود اس کے اگر آپ مقلد ہی کہلانا چاہتے ہیں تو ہمارا اس میں کوئی نقصان نہیں۔ البتہ اس سے دو خرابیاں لازم آئیں گی۔ ایک یہ کہ تقلید کی تعریف مانع نہ رہے گی۔ دوسری یہ کہ آپ کا مخاطب آپ کا میدانِ کلام تنگ

[1] جو برابر قدر نہیں رکھتا۔ ۱۲ منہ

تقلید کی شرعی حیثیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مکتبہ دارالعلوم کراچی

سنت کی عبارت کے ایک سے زائد معنی نکل سکتے ہوں، خواہ اس بناء پر کہ اس میں کوئی اجمال ہو، یا اس بناء پر کہ اس مسئلے میں دلائل متعارض ہوں، چنانچہ قرآن و سنت کے جو احکام قطعی ہیں، یا جن میں کوئی اجمال و ابہام، تعارض یا اسی قسم کی کوئی الجھن نہیں ہے وہاں کسی امام و مجتہد کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں، چنانچہ مشہور حنفی عالم علامہ عبدالغنی نابلسیؒ تحریر فرماتے ہیں :-

"فالامر المتفق علیہ المعلوم من الدین بالضرورۃ لایحتاج الی التقلید فیہ لاحد الاربعۃ کفرضیۃ الصلوٰۃ والصوم والزکوٰۃ والحج ونحوھا وحرمۃ الزنا واللواطۃ وشرب الخمر والقتل والسرقۃ والغصب وما اشبہ ذلک والامر المختلف فیہ ھو الذی یحتاج الی التقلید فیہ"[1]

"پس وہ متفقہ مسائل جن کا دین میں ہونا بداہۃً معلوم ہے، ان میں ائمۂ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں، مثلاً نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج وغیرہ کی فرضیت اور زنا، لواطت، شراب نوشی، قتل، چوری اور غصب وغیرہ کی حرمت، دراصل تقلید کی ضرورت اُن مسائل میں پڑتی ہے جن میں علماء کا اختلاف رہا ہو"

اور علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :-

واما الاحکام الشرعیۃ فضربان: احدھما یعلم ضرورۃ من دین الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کالصلوات الخمس والزکوٰۃ وصوم شھر رمضان والحج وتحریم الزنا وشرب الخمر وما اشبہ ذلک، فھذا لایجوز

---

[1] خلاصۃ التحقیق فی حکم التقلید والتلفیق، ص ۴ مطبوعہ مکتبۃ الیشیق، استنبول،

التقليد فيه لان الناس كلهم يشتركون فى ادراكه والعلم به، فلا معنى للتقليد فيه، وضرب آخر لا يعلم الا بالنظر والاستدلال كفروع العبادات والمعاملات والفروج والمناكحات وغير ذلك من الاحكام فهذا يسوغ فيه التقليد بدليل قول الله تعالى فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ، ولانا لو منعنا التقليد فى هذه المسائل التى هى من فروع الدين لاحتاج كل احد ان يتعلم ذلك وفى ايجاب ذلك قطع عن المعايش وهلاك الحرث والماشية فوجب ان يسقط[۱]"

"اور شرعی احکام کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ احکام ہیں جن کا جزدِ دین ہونا بداہۃً ثابت ہے، مثلاً پانچ نمازیں، زکوٰۃ، ..... رمضان کے روزے، حج، زنا اور شراب نوشی کی حرمت اور اسی جیسے دوسرے احکام، تو اس قسم میں تقلید جائز نہیں، کیونکہ ان چیزوں کا علم تمام لوگوں کو ہوتا ہی ہے، لہٰذا اس میں تقلید کے کوئی معنی نہیں اور دوسری قسم وہ ہے جس کا علم فکر و نظر اور استدلال کے بغیر نہیں ہو سکتا، جیسے عبادات و معاملات اور شادی بیاہ کے فروعی مسائل، اس قسم میں تقلید درست ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ، نیز اس لئے کہ اگر ہم دین کے ان فروعی مسائل میں تقلید کو ممنوع کر دیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہر شخص باقاعدہ علومِ دین کی تحصیل میں لگ جائے، اور لوگوں پر

---

[۱] الفقیہ والمتفقہ، للخطیب البغدادیؒ ج ۲ ص ۶۷ و ۶۸ مطبوعہ دار الافتاء سعودیہ ریاض ۱۳۸۹ھ

اس کو واجب کرنے سے زندگی کی تمام ضروریات برباد ہو جائیں گی
اور کھیتیوں اور مویشیوں کی تباہی لازم آئے گی، لہٰذا ایسا حکم نہیں
دیا جا سکتا "

اور حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی تحریر فرماتے ہیں :-

"مسائل تین قسم کے ہیں، اوّل وہ جن میں نصوص متعارض ہیں،
دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں، مگر وجوہ و معانیٔ متعددہ
کو محتمل ہوں، گو اختلافِ نظر سے کوئی معنی قریب کوئی بعید معلوم ہوتے
ہوں، سوم وہ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی
ہو سکتے ہوں، پس قسم اوّل میں رفعِ تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد کی
اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہو گی، قسم ثانی ظنی الدلالۃ کہلاتی ہے،
اس میں تعیین احد الاحتمالات کے لئے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہو گی
قسم ثالث قطعی الدلالۃ کہلاتی ہے، اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز
کہتے ہیں نہ اُس کی تقلید کو"[1]

مذکورہ بالا گزارشات سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ کسی امام یا مجتہد کی تقلید کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اُسے بذاتِ خود واجب الاطاعت سمجھ کر اتباع کی جا رہی ہے، یا اُسے شارع (شریعت بنانے والا، قانون ساز) کا درجہ دیکر اس کی ہر بات کو واجب الاتباع سمجھا جا رہا ہے، بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ پیروی تو قرآن و سنت کی مقصود ہے، لیکن قرآن و سنت کی مراد کو سمجھنے کے لئے بحیثیت شارحِ قانون اُن کی بیان کی ہوئی تشریح و تعبیر پر اعتماد کیا جا رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت کے قطعی احکام میں کسی امام یا مجتہد کی تقلید ضروری نہیں سمجھی گئی، کیونکہ وہاں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت

---

[1] الاقتصاد فی التقلید و الاجتہاد، ص ۳۴ مطبوعہ دہلی بجواب شبہ سیزدہم ،

٧٨٦
٩٢

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے ترا ذکر ہے اونچا تیرا

الحمد للہ کہ کتاب لاجواب نافع شیخ وشاب مفید عاقل موقظ غافل
مسمّٰی بہ

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

المعروف

فیصلہ مسائل

(جلد اوّل)

اضافات جدیدہ و ضمیمہ عجیبہ کے ساتھ
جس میں موجودہ زمانہ کے عام مختلف فیہ مسائل کا نہائیت محققانہ مدلّل فیصلہ کر دیا گیا ہے

مُصنّفہ

حضرت حکیم الامت مولانا المفتی الحاج احمد یار خاں صاحب اوجھانوی بدایونی مدظلہ
سرپرست مدرسہ غوثیہ گجرات پاکستان

باھتمام
محمد اقتدار خاں عرف مصطفٰے میاں

ناشر:۔ مفتی اقتدار احمد خان مالک نعیمی کتب خانہ گجرات

وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا	اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گذر گیا۔
۲۔ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا۔	اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ تو میرا شریک ٹھہرا اس کو جس کا تجھ کو علم نہیں تو ان کا کہنا مان۔
۳۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ۔	اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس طرف جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف کہیں ہم کو وہ بہت ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ نہ جانیں اور نہ راہ پر ہوں۔
۴۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا۔	اور جب ان سے کہا جاوے کہ اللہ کے اتارے ہوئے پر چلو تو کہیں گے ہم تو اس پر چلیں گے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا۔

ان میں اور ان جیسی آیتوں میں اسی تقلید کی برائی فرمائی گئی ہے جو شریعت کے مقابلہ میں جاہل باپ دادوں کے حرام کاموں میں کی جاوے کہ چونکہ ہمارے باپ دادا ایسا کرتے تھے ہم بھی ایسا کریں گے۔ چاہے یہ کام جائز ہو یا ناجائز۔ رہی شرعی تقلید اور آئمہ دین کی اطاعت، اس سے ان آیات کو کوئی تعلق نہیں ان آیتوں سے تقلید آئمہ کو شرک یا حرام کہنا محض بے دینی ہے۔ اس کا بہت خیال رہے۔

دوسرا باب

کن مسائل میں تقلید کی جاتی ہے کن میں نہیں

تقلید شرعی میں کچھ تفصیل ہے شرعی مسائل تین طرح کے ہیں (۱) عقائد (۲) وہ احکام جو صراحۃً قرآن پاک یا حدیث شریف سے ثابت ہوں اجتہاد کو ان میں دخل نہ ہو (۳) وہ احکام جو قرآن یا حدیث سے استنباط و اجتہاد کر کے نکالے جائیں۔

عقائد میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔ تفسیر روح البیان آخر سورہ ہود زیر آیت نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ میں ہے وَفِی الْاٰیَةِ ذَمُّ التَّقْلِیْدِ وَهُوَ قَبُوْلُ قَوْلِ الْغَیْرِ بِلَا دَلِیْلٍ وَهُوَ جَائِزٌ فِی الْفُرُوْعِ وَالْعَمَلِیَّاتِ

وَلَا یَجُوْزُ فِیْ اُصُوْلِ الدِّیْنِ وَالْاِعْتِقَادِیَّاتِ بَلْ لَابُدَّ مِنَ النَّظْرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ توحید ورسالت وغیرہ تم نے کیسے مانی تو یہ نہ کہا جاویگا کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فرمانے سے یا کہ فقہ اکبر سے بلکہ دلائل توحید ورسالت سے کیونکہ عقائد میں تقلید نہیں ہوتی۔ مقدمہ شامی بحث تقلید المفضول مع الافضل میں ہے:۔

(عَنْ مُعْتَقَدِنَا) اَیْ عَمَّا نَعْتَقِدُہٗ مِنْ غَیْرِ الْمَسَائِلِ الْفَرْعِیَّۃِ مِمَّا یَجِبُ اِعْتِقَادُہٗ عَلٰی کُلِّ مُکَلَّفٍ بِلَا تَقْلِیْدٍ لِاَحَدٍ وَھُوَ مَا عَلَیْہِ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ وَھُمُ الْاَشَاعِرَۃُ وَالْمَاتُرِیْدِیَّۃُ

یعنی جن کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں فرعی مسائل کے علاوہ کہ جن کا اعتقاد رکھنا ہر مکلف پر بغیر کسی کی تقلید کے واجب ہے وہ عقائد وہ ہی ہیں جن پر اہل سنت والجماعت ہیں اور اہل سنت اشاعرہ اور ماتریدیہ ہیں۔

نیز تفسیر کبیر پارہ دس زیر آیت فَاَجِرْہُ حَتّٰی یَسْمَعَ کَلَامَ اللہِ میں ہے ھٰذِہِ الْاٰیَۃُ تَدُلُّ عَلٰی اَنَّ التَّقْلِیْدَ غَیْرُ کَافٍ فِی الدِّیْنِ وَاَنَّہٗ لَابُدَّ مِنَ النَّظْرِ وَالْاِسْتِدْلَالِ صریح احکام میں بھی کسی کی تقلید جائز نہیں۔ پانچ نمازیں، نماز کی رکعتیں، تیس روزے، روزے میں کھانا پینا حرام ہونا یہ وہ مسائل ہیں جن کا ثبوت نص سے صراحۃً ہے اس لئے یہ نہ کہا جائے گا کہ نمازیں پانچ اس لئے ہیں یا روزے ایک ماہ کے اس لیئے ہیں کہ فقہ اکبر میں لکھا ہے یا امام ابوحنیفہ نے فرمایا ہے بلکہ اس کے لیئے قرآن وحدیث سے دلائل دیئے جائیں گے۔

جو مسائل قرآن وحدیث یا اجماع امت سے اجتہاد واستنباط کر کے نکالے جائیں۔ ان میں غیر مجتہد پر تقلید کرنا واجب ہے مسائل کی جو ہم نے تقسیم کر دی اور بتا دیا کہ کون سے مسائل تقلیدیہ ہیں اور کون سے نہیں اس کا بہت لحاظ ہے بعض موقعہ پر غیر مقلد اعتراض کرتے ہیں کہ مقلد کو حق نہیں ہوتا کہ دلائل سے مسائل نکالے پھر تم لوگ نماز روزے کے لیئے قرآنی آیتیں یا احادیث کیوں پیش کرتے ہو اس کا جواب بھی اس امر میں آگیا کہ روزہ ونماز کی فرضیت تقلیدی مسائل سے نہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ سوائے احکام خبر وغیرہ میں تقلید نہ ہوگی۔ جیسے کہ مسئلہ کفر یزید وغیرہ۔ نیز قیاسی مسائل میں فقہا کا قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کے لیئے ہوتا ہے وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلانظر فی الدلیل کے یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ کہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے۔

تذکرۃ الرشید

حصہ اول

باامتثال امر صاحبزادہ حضرت مولانا الحافظ الحکیم مسعود احمد صاحب دام ظلہ

(وتعمیل ارشادات)

سید المحدثین حضرت مولانا المولوی محمود حسن صاحب دیوبندی وقدوۃ الافاضل حضرت مولانا المولوی عبد الرحیم صاحب رائپوری وسند المتکلمین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی دام ظلہما

(بندہ ضعیف)

عاشق الٰہی عفی عنہ نے جمع اور مرتب کیا اور حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی خلیل احمد صاحب کو سن اول الی آخرہ الا البعض الحواشی ملاحظہ کرانے کے بعد [illegible] میں طبع کرایا

صرف خاص [illegible] اسیر المطابع میرٹھ میں باہتمام اصغر حسین مالک و مہتمم چھپوایا

ترجیح مذہب حنفیہ بر مذاہب دیگر مثل امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کی وجوہ ترجیح بیان فرمانے لگتے تھے تاکہ طلبہ کو محدثین کے ساتھ حسن ظن پیدا ہو جائے اور جہاں یہ بات پیدا ہو گئی فوراً ترجیح حنفیہ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے حافظہ آپ کا اس قدر قوی تھا کہ ایک کتاب میں کسی حدیث کا اگر دوسری کتاب کی کسی حدیث سے تعارض یا مناسبت ہوتی تو فوراً حوالہ دیتے اور بعض دفعہ صفحہ تک کا نشان بتا دیا کرتے تھے۔ آپ کے ایک شاگرد مولوی حافظ محمود حسین صاحب بریلوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں پڑھتا پڑھتا جس وقت آپکی اجازت سے حج کو روانہ ہوا اور مکہ معظمہ پہنچا ہوں تو تشنگی علمی سے نسبت کے باعث مولانا مولوی عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر کے درس میں حاضر ہوا کرتا اور جلد اول ترمذی شریف کی قرأت کیا کرتا تھا الہ آبادی مولانا کو عرصہ تک شغل تدریس کے علاوہ مطالعہ کتب دینیات کا مکہ معظمہ میں بہت زیادہ اتفاق ہوا اور وسیع النظر محدث مانے جاتے تھے۔ ایک دن اثنائے قرأت میں فاتحہ خلف الامام کے متعلق کسی موقع پر میں نے تذکرۃً عرض کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث موقوف صحیح مسلم میں مروی ہے کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ (مگر پیچھے امام کے یعنی مقتدی ہو) اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب کو میں نے سنا کہ فرماتے تھے "یہ حدیث ہر چند کہ موقوف جابر رضی اللہ عنہ پر ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ احکام کے متعلق ہے کہ صحابی اپنی طرف سے یہ استثناء نہیں کر سکتا تھا" مولانا عبدالحق صاحب اس تقریر کو سُنکر پھڑک اٹھے اور بڑے شوق کے ساتھ باصرار فرمایا کہ ہند میں پہنچکر جناب مولانا رشید احمد صاحب سے اس حدیث کا پتہ دریافت کر کے مجھے ضرور لکھنا کہ کس جگہ اور کس صفحہ پر ہے چنانچہ میں نے واپس ہو کر گنگوہ کی حاضری میں حضرت سے اس حدیث کا پتہ دریافت کیا اور بقید صفحہ و سطر لکھکر مولانا عبدالحق صاحب کو مکہ معظمہ میں اطلاع دی۔

حضرت امام ربانی کا درس وہ بے نظیر درس تھا جس کا مزہ آپ کے شاگردوں ہی سے پوچھا جائے آپکی ہر ہر فقرہ پر عجیب و غریب بحث نے شاگردوں کو آپکا عاشق بنا دیا تھا آپ سب کچھ تھے مگر اسپر بھی اپنے کو ہیچ سمجھتے تھے ایک دن طلبہ آپکی فرحت بخش تقریر سے محظوظ ہو کر بے اختیار ہو گئے اور آپ کے تبحر کی تعریف آپ کے روبرو کرنے لگے اسوقت آپ نے بیساختہ قسم کھا کر فرمایا کہ "میں اپنے کو تم میں سے کسی کی برابر بھی نہیں سمجھتا چہ جائیکہ زیادہ سمجھوں" آپکی کسر نفسی کو دیکھنا چاہیئے باوجودیکہ قسم کھانے کی آپکو مطلق عادت نہ تھی مگر اس موقع پر بلا اختیار قسمیہ الفاظ آپ سے صادر ہو گئے۔

حضرت امام ربانی کو طلبہ کے عقاید اور اعمال کی درستی یوں تو ہر وقت ہی ملحوظ تھی مگر درس کے وقت

احسن الکلام

فی

ترک القراءۃ خلف الإمام

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر

ناشر

مکتبہ صفدریہ

نزد مدرسہ نصرۃ العلوم گھنٹہ گھر

گوجرانوالہ، پاکستان

ہم نے اپنے استدلال میں جملہ پیش کردہ احادیث اور آثار کی اسانید نقل کرکے ہر روایت اور اثر کے جملہ راویوں کی کتب اسماء الرجال سے توثیق نقل کردی ہے تاکہ پڑھنے والوں کو ہر قسم کی سہولت رہے اور دشواری پیش نہ آئے۔ البتہ متابعات اور شواہد میں نیز ضمنی اور استطرادی ابحاث میں رواۃ کی توثیق کا التزام نہیں کیا گیا اور فریق ثانی کی طرف سے جملہ نقل کردہ روایات و آثار میں جو ضعیف و کمزور اور مجروح و متکلم فیہ راوی ہیں۔ ان پر کتب رجال سے جرحی کلام نقل کردیا ہے تاکہ بلند و بالا دعاوی کرنے والوں کو اپنے دلائل کا معیار بھی معلوم ہوجائے اور جن حضرات صحابہ کرام رض و تابعینؒ اور ائمہ دینؒ کی مسئلہ زیر بحث میں معیت جمہور کو حاصل ہے۔ ان کی ثقاہت اور بعض صفاتِ عالیہ کا تذکرہ بھی کردیا گیا ہے تاکہ عوام کو بھی یہ بات بخوبی معلوم ہوجائے کہ ان اکابر کا اسلام اور مسلمانوں میں کیا رتبہ ہے؟

ہم نے بعض مقامات پر ائمہ جرح و تعدیل اور جمہور محدثین کرامؒ کے مسلّمہ اور طے شدہ اصول و ضوابط کے عین مطابق ثقہ راویوں سے متعلق ثقاہت اور عدالت کے اقوال تو نقل کردیئے ہیں لیکن اگر بعض ائمہ کا کوئی جرحی کلمہ ملا ہے تو وہ نظر انداز کردیا ہے۔ اسی طرح اگر کسی ضعیف اور کمزور راوی کے بارے میں کسی امام کا کوئی توثیق کا جملہ ملا ہے تو اس کو بھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ کیونکہ فن رجال سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والے حضرات بھی بخوبی اس امر سے واقف ہیں کہ کوئی بھی ایسا ثقہ جس پر جرح کا کوئی کلمہ منقول نہ ہو یا ایسا ضعیف جس کو کسی ایک نے بھی ثقہ نہ کہا ہو کبریتِ احمر کے مترادف ہے۔ حضرات صحابہ کرامؓ کا رتبہ کس سے مخفی ہے؟ اور الصحابة کلھم عدول کے جملہ سے کون اہل علم ناواقف ہے؟ مگر خوارج اور روافض کا نظریہ بھی ان کے بارے میں پوشیدہ نہیں ہے، بایں ہمہ ہم نے توثیق و تضعیف میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔ مشہور ہے کہ

زبانِ خلق کو نقّارۂ خدا سمجھو

تا حدِ ممکن اسانید کو پورا پورا نقل کیا گیا ہے اور ترجمہ میں اخبرنا، اخبرنی، حدثنا، حدثنی، قال فلاں عن فلاں، روی فلاں اور رُوِی عن فلاں وغیرہ اصطلاحات کی پوری رعایت رکھی گئی ہے تاکہ ایک طرف نقل سند کے سلسلہ میں کسی قسم کی خیانت واقع نہ ہو۔ اور دوسری طرف سندات کو دیکھ کر صحیح و ضعیف، متصل اور منقطع وغیرہ کا فرق سمجھنے کی اہلیت رکھنے

سمعت عبادةؓ بن الصامت یقرأ خلف الامام فقلت له تقرأ خلف الامام فقال عبادةؓ لا صلوٰة الا بقراءة (سنن الکبریٰ جلد ۲ ص ۱۶۸)

میں نے حضرت عبادۃؓ کو امام کے پیچھے قرأت کرتے سنا میں نے دریافت کیا کہ آپ امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں؟ حضرت عبادۃؓ نے فرمایا قرأت کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔

امام بیہقیؒ نے اپنی سند کے ساتھ ان کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے جس میں امام کے پیچھے آہستہ قرأت کرنے کی اجازت ہے اور پھر لکھا ہے۔

ومذہب عبادةؓ فی ذلک مشہور (ص ۱۶۸ ج ۲)

حضرت عبادۃؓ کا مذہب اس میں مشہور و معروف ہے۔

جواب: سند کے لحاظ سے گو کلام کرنے کی کافی گنجائش ہے مگر ہم سند کے لحاظ سے اس پر کوئی کلام نہیں کرتے حضرت عبادۃؓ بن الصامت نے صحیح سمجھا یا غلط بہرحال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادۃؓ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا مگر فہم صحابی اور موقوف صحابی حجت نہیں ہے خصوصاً قرآن کریم، صحیح احادیث اور جمہور حضرات صحابہ کرامؓ کے آثار کے مقابلہ میں لیکن یہ روایت خود اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ میں امام کے پیچھے قرأت کرنے کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور یہ مسئلہ ان میں رائج بھی نہ تھا ورنہ محمودؓ بن ربیع جو خود صغار صحابہؓ میں تھے حضرت عبادۃؓ بن الصامت کی امام کے پیچھے قرأت سے کبھی تعجب نہ کرتے اور نہ یہ پوچھنے کی نوبت ہی آتی کہ حضرت آپ امام کے پیچھے کیوں قرأت کرتے ہیں؟ یقینی امر ہے کہ حضرت عبادۃؓ بن الصامت نے نماز میں تکبیر، قیام، رکوع، سجود، تشہد، اور سلام وغیرہ جملہ امور ادا کئے ہوں گے مگر ان میں سے کسی چیز کے بارے میں پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی کہ حضرت آپ نے رکوع کیوں کیا ہے؟ سجدہ کیوں کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ اگر سوال کیا ہے تو اس چیز کے بارے میں کہ آپ کے امام کے پیچھے قرأت کیوں کرتے ہیں؟ یہ بھی مت بھولئے کہ حضرت عبادۃؓ بن الصامت نے محمودؒ بن ربیع کو یہ نہیں فرمایا کہ برخوردار تمہاری تمام سابق نمازیں بے کار، کالعدم اور باطل ہیں کیونکہ تم نے قرأت نہیں کی اور تمام نمازیں واجب الاعادہ ہیں اور نہ سہی تو یہی نماز جو تم نے ابھی ابھی میرے ساتھ بغیر قرأت کے ادا کی ہے وہی دوبارہ پڑھ لو اور لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت محمودؓ بن ربیع حضرت عبادۃؓ کے داماد تھے (تہذیب التہذیب جلد ۱۰ ص ۶۳) انہوں نے ان کو یہ بھی نہ فرمایا کہ تم امام کے پیچھے ترک قرأت کے مرتکب

سلم ایک بار نہ فرماتے بلکہ کئی بار فرماتے سرّاً نہ فرماتے بلکہ جہراً فرماتے صرف حضرت عبادہؓ کو نہ سناتے بلکہ تمام حضرات صحابہؓ کو سناتے اور اگر حضرت عبادہؓ بھی اس حکم کو ضروری سمجھتے تو یقیناً بغیر خوف لومۃ لائم کے اس کی خوب نشر و اشاعت کرتے اور حضرات صحابہ کرامؓ کو اس بات کا قائل کر لیتے کہ وہ بھی جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت کرتے۔ یہ حکم تو ضروری نہ تھا اس لیے اس کی پُر زور اشاعت کی ضرورت ہی انہوں نے نہ سمجھی۔ بخلاف اس کے ترک قرأت کا حکم ضروری تھا اس لیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے صرف ایک شخص نے قرأت کی تو آپ نے فرمایا میرے پیچھے کس نے قرأت کی ہے؟ کیوں میرے ساتھ منازعت اور مخالجت ہوتی رہی ہے؟ حتیٰ کہ آپ نے ببانگ دہل یہ ارشاد فرمایا مالی انازع القرآن نتیجہ یہ ہوا کہ یہ ارشاد سب نے سنا اور یہ ارشاد سن کر تمام حضرات صحابہ کرامؓ نے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت ترک کر دی۔ جیسا کہ مفصل پہلے گزر چکا ہے۔ باقی اگر حضرت عبادہؓ سے بسند صحیح یا کسی اور صحابی سے بلا قیل و قال خلف الامام کی قید سے کوئی روایت صحیح ہوتی تو یقیناً اس کی طرف رجوع کیا جاتا مگر روایات کا حال آپ ملاحظہ کر ہی چکے ہیں اور بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ حضرت عبادہؓ کے موقوف قول سے ہی غلطی در غلطی پیدا ہوئی ہے الغرض حضرات صحابہ کرامؓ کے یہ آثار پہلے تو سنداً ہی صحیح نہیں ہیں اور اگر کچھ صحیح بھی ہیں تو ان میں صرف سرّی نمازوں کا ذکر ہے کسی میں مطلق قرأت کا ذکر ہے اور اکثر میں ما زاد، ما تیسر اور فصاعداً وغیرہ کی زیادت بھی موجود ہے لہٰذا یہ آثار فریق ثانی کو ہرگز مفید نہیں ہو سکتے۔

آثار حضرات تابعینؒ وغیرہم

فریق ثانی نے اپنے اس دعویٰ پر کہ امام کے پیچھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز ناقص، بیکار، کالعدم اور باطل ہوگی حضرات تابعینؒ و اتباع تابعینؒ وغیرہم کے آثار اور اقوال سے بھی استدلال کیا ہے حالانکہ ان کے نزدیک در موقوفات صحابہؓ حجت نیست اگرچہ بصحت رسد پھر آثار حضرات تابعینؒ وغیرہم سے استدلال کیونکر صحیح ہو سکتا ہے جب کہ وہ سنداً اور روایۃً بھی صحت کے معیار پر پورے نہیں اترتے اور معنوی اور درایتی پہلو کے پیشِ نظر بھی وہ ان کو چنداں مفید نہیں ہو سکتے مگر مشہور ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، حضرات تابعینؒ وغیرہم کے وہ آثار جو بحث سکتات

اہلِ حدیث کا منہج

اور

احناف سے اختلاف کی حقیقت و نوعیت

اطیعوا اللہ و الرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکفرین

یایھا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم



تالیف

فضیلۃ الشیخ حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ

جمعية المناهل الخيرية

گوجرانوالہ۔ پاکستان

اب یہ کون سا اصول یا ضابطہ ہے؟ یا یہ کہاں کا انصاف اور تحقیق ہے کہ ایک ہی راوی کی حدیث جب اس سے اپنی فقہ یا اپنے کسی مزعومہ عقیدے کا اثبات ہو تو اس کی بیان کردہ روایت ''صحیح روایت'' اور اس کا انکار ''صحیح حدیث کا انکار'' قرار پائے اور اپنی فقہ یا مرضی کے خلاف ہو تو بعض ائمہ جرح کے یک طرفہ اقوال نقل کر کے اور ائمہ جرح و تعدیل کی اکثریت کے اقوالِ تعدیل کو نظر انداز کر کے یہ فیصلہ دینا کہ ''اس لحاظ سے ان کی روایت کا وجود اور عدمِ وجود بالکل برابر ہے۔'' فیا للعجب ؎

ان کی زلف میں پہنچی تو حسن کہلائی
وہی تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں ہے

اس گروہ کے نزدیک حدیث تب قابلِ حجت ہے جب اس سے ان کا کوئی فقہی مسئلہ یا ان کا خود ساختہ عقیدہ و مسلک ثابت ہوتا ہو، چاہے وہ روایت مسلّمہ اصولِ تحقیق کی رو سے پایۂ اعتبار سے ساقط ہو۔ لیکن جو حدیث اس کے برعکس ہو، چاہے وہ سند کے اعتبار سے کیسی ہی اعلیٰ درجے کی ہو، وہ ان کے نزدیک ناقابل اعتبار ہے۔ چنانچہ صحیحین (بخاری و مسلم) کی روایات سے، جن کی صحت پر علماء وفقہائے امت کا اتفاق ہے، جان چھڑانے کے لیے ان کے ثقہ راویوں کو مجروح ثابت کرنا اور تیسرے چوتھے درجے کی کتب احادیث سے یکسر ضعیف اور ناقابل اعتبار روایات سے استدلال کر کے اپنے مزعومہ عقائد اور مسائل فقہ کو ثابت کرنا اس گروہ کا دلچسپ مشغلہ ہے۔ اور اس میں امانت و دیانتِ علمی کا جس طرح خون کیا جاتا ہے اور خوفِ خدا سے بے نیازی کا جس دیدہ دلیری سے ارتکاب کیا جاتا ہے، وہاں سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے۔ اس کی تفصیل ''التنکیل'' وغیرہ کتابوں میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

نماز پڑھ چکو تو...'' اور اس طرح ترجمے میں بد دیانتی کا ارتکاب کر کے جنازے کے بعد دعا مانگنے کے اپنے غیر مسنون عمل کا جواز ثابت کرتے ہیں، حالانکہ اگر یہ ترجمہ صحیح ہے تو پھر ان کو وضو بھی نماز کھڑے ہونے کے بعد ہی کرنا چاہیے، نہ کہ نماز سے پہلے۔ جیسا کہ آیت: ﴿ يَأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ ﴾ کا ترجمہ بریلوی استدلال کے مطابق کرنے کا اقتضا ہے۔

اسی طرح قرآن کے اس حکم: ﴿فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ﴾ [النحل:٩٨] کا ترجمہ ومفہوم بھی یہ ہونا چاہیے کہ جب تم قرآن کریم پڑھ چکو تو شیطان سے پناہ مانگو۔ یعنی ''اعوذ باللہ'' تلاوتِ قرآن کے بعد کرو۔ کیا یہ ترجمہ ومفہوم صحیح ہوگا؟

چوتھی مثال: یہی حال ان احادیث کی صحت وضعف کے معاملے میں ہے جو اختلافی مسائل میں مدارِ بحث بنتی ہیں۔ ان میں نہایت بے خوفی کے ساتھ امانت و دیانت کا خون کر کے ثقہ راویوں کو ضعیف اور ضعیف راویوں کو ثقہ ثابت کرنے پر سارا زور صرف کیا جاتا ہے، جس کی تفصیل ''التنكيل بما في تأنيب الكوثري من الأباطيل'' (تالیف شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ یمانی) میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اس میں ایک لطیفہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک راوی اپنی کسی من پسند روایت میں ہوتا ہے تو اسے اس وقت ثقہ باور کرایا جاتا ہے اور وہی راوی جب اس روایت میں آتا ہے جس سے دوسرا فریق استدلال کرتا ہے تو وہ ضعیف قرار پا جاتا ہے۔ ایک اور لطیفہ یہ ہوتا ہے کہ ایک حدیث میں دو تین باتیں ہوتی ہیں، ان میں سے کوئی ایک بات تو قبول کر لی جاتی ہے کہ اس سے ان کے کسی فقہی مسئلے کا اثبات ہوتا ہے اور دوسری باتیں ردّ کر دی جاتی ہیں کیونکہ وہ فریق مخالف کے موافق ہوتی ہیں، حالانکہ حدیث ایک ہے، سند ایک ہے۔ اگر وہ حدیث صحیح ہے تو اس میں بیان کردہ ساری

اس گروہ کے اس دور کے سرخیل مولانا امین اوکاڑوی ہیں، جو چند سال قبل فوت ہوئے ہیں۔ اسی گروہ کے ایک ''شیخ الحدیث والتفسیر'' منور احمد صاحب ہیں۔ ان کی ایک کتاب ''بارہ مسائل'' کے نام سے مطبوع ہے۔ یہ کتاب مغالطات وتلبیسات بلکہ کذبات وخداعات کا مجموعہ ہے۔

موصوف اس کے حصہ اول میں تحریر کرتے ہیں:

''احادیث کی صحت وضعف کے بارے میں ہمارا اصول یہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ حضرات نے آثار صحابہ اور آثار تابعین وتبع تابعین اور عملی تواتر کی روشنی اور رہنمائی میں اپنے اجتہادی اصولوں کے تحت جن جن احادیث کے معمول بہ وصحیح ہونے کا فیصلہ فقہی مسائل کی صورت میں دیا ہے، ہمارے نزدیک وہی صحیح ہیں، اگرچہ محدثین ان کو سند کے اعتبار سے ضعیف لکھ دیں اور جن حدیثوں کو ان حضرات نے غیر معمول بہا قرار دیا ہے وہ ہمارے نزدیک ضعیف ہیں، اگرچہ محدثین ان کو سنداً صحیح قرار دیں۔''

(کتاب ''بارہ مسائل''، ص: ۹، ناشر ''اتحاد اہل السنّت والجماعت'' ملنے کا پتہ: مرکز اہل السنّت والجماعت، ۸۷ جنوبی لاہور روڈ، سرگودھا، مطبوعہ دسمبر ۲۰۰۵)

لطف کی بات یہ ہے کہ اس اقتباس سے پہلے موصوف نے لکھا ہے:

''اہل سنت والجماعت بلکہ تمام عقلاء کے نزدیک ہر فن میں اس فن کے ماہرین کی رائے معتبر ہوتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹری مسئلہ میں ڈاکٹر کی، انجینئرنگ کے مسئلہ میں انجینئر کی، زراعت کے مسئلہ میں ماہر زراعت کی، گرائمر میں ماہرین صرف ونحو کی، لغت میں ماہرین لغت کی رائے معتبر ہوگی اور احادیث کی صحت وضعف میں علم حدیث کے

علاماتِ قیامت

اور

نزولِ مسیحؑ

نزولِ عیسیٰؑ کی ایک سو سولہ (۱۱۶) احادیث نبویہ کا نادر مجموعہ اور بیشتر علاماتِ قیامت کی ایمان افروز تفصیلات

انتخاب حدیث

حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ

تالیف

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

(سابق) مفتی اعظم پاکستان

ترتیب اور ترجمہ و تشریح

مولانا مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی

مفتی اعظم پاکستان

صدر جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴

کہ وہ (امام) جن کے پیچھے عیسیٰ ابن مریم نماز پڑھیں گے (یعنی امام مہدی) ہمارے ہی (خاندان) سے ہوں گے۔ (کنز العمال بحوالہ ابو نعیم)

حاشیہ بقیہ صہ ۸۶: حدیث سے لی گئیں اُن کے مؤلفین نے ان حدیثوں کے بارے میں صحیح یا حسن ہونے کی تصریح نہیں کی بلکہ سکوت کیا ہے، اور حضرت موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان احادیث کی کما حقہ تحقیق اور چھان بین کا موقع نہیں ملا کہ ان کے صحیح یا حسن یا ضعیف وغیرہ ہونے کا فیصلہ کیا جا سکتا، اسی لئے ان احادیث کو پچھلی احادیث سے مذکورہ بالا عنوان کے ذریعہ ممتاز کر دیا تھا گویا اس طرح علماء کرام کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ ان احادیث کی محدثانہ تحقیق فرمائیں اور ائمہ حدیث کی تحقیقات کی روشنی میں ہر ہر حدیث کا درجہ قوت وضعف معلوم کریں ـــ شام کے مشہور و متبحر عالم شیخ عبد الفتاح ابو غدہ دامت برکاتہم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انھوں نے یہ فریضہ نہایت کاوش و احتیاط سے بحسن وخوبی انجام دیا یعنی آگے آنے والی احادیث اور ان کی سندوں کے بارے میں ائمہ حدیث کی ناقدانہ آراء اپنے عربی حاشیہ میں درج فرما دیں یہ عربی حاشیہ اصل عربی کتاب کے ساتھ حلب (شام) سے شائع ہو چکا ہے اور اس وقت ناچیز راقم الحروف کے سامنے ہے۔ شیخ عبد الفتاح دامت برکاتہم کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ آگے جو احادیث ۴۱ تا ۶۱ آرہی ہیں ان میں سے تین حدیثیں (یعنی حدیث ۴۵، ۵۰، ۵۱) ضعیف ہیں اور چار (یعنی حدیث ۴۲، ۴۳، ۴۹، ۶۰) موضوع ہیں ہمارا مختصر اردو حاشیہ ہر حدیث کی مفصل تحقیق کا متحمل نہیں، اس لئے جن حضرات کو تحقیق مطلوب ہو وہ کتاب "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" کے شامی ایڈیشن میں شیخ عبد الفتاح کا عربی حاشیہ ملاحظہ فرمائیں البتہ اتنی بات یہاں بیان کر دینا ضروری ہے کہ محدثین جب کسی حدیث کو "ضعیف" یا "موضوع" قرار دیتے ہیں بسا اوقات وہ کسی خاص لفظ یا سند کے اعتبار سے تو ضعیف یا موضوع ہوتی ہے، مگر کسی دوسرے لفظ یا سند کے اعتبار سے صحیح یا حسن اور قابل استدلال ہوتی ہے، لہٰذا جب کوئی حدیث ضعیف یا موضوع نظر آئے اس سے یہ فیصلہ کر لینا صحیح نہ ہوگا کہ اس مضمون کی کوئی اور حدیث قوی سند کے ساتھ موجود نہیں۔ الا یہ کہ ائمہ حدیث ہی ایسی کوئی صراحت فرما دیں۔ اس تفصیل کے بعد قارئین کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ اس کتاب میں آگے جو تین حدیثیں ضعیف اور چار موضوع آرہی ہیں ان کے ضعیف یا موضوع ہونے سے اصل مسئلہ (نزول مسیح) پر جو کہ کتاب کا موضوع ہے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ مضمون اگر کسی حدیث میں موضوع یا ضعیف سند کے ساتھ آیا ہے تو بیسیوں حدیثوں میں نہایت قوی سند کے ساتھ بھی آچکا ہے۔ (جیسا کہ پچھلی تمام احادیث سے ثابت ہے ۱۲

يكون في آخر أمتي خليفة يحثي المال حثيا ولا يعده عدا — مسلم شریف

كيف أنتم إذا نزل ابن مريم فيكم وإمامكم منكم — متفق علیہ

اسلام میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کا تصور

امام مہدی سے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ، نام و نسب، سیرت، حلیہ، علامات
ظہور مہدی، صحیحین میں امام مہدی سے متعلق احادیث و واقعاتی تناظر میں،
منکرین و مدعیان مہدویت، اکابر علماء کی آراء و فتاویٰ

از افادات
حضرت مولانا مفتی محمد یوسف خان مدظلہ
استاذ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

مؤلف
مولانا حافظ محمد ظفر اقبال
فاضل جامعہ اشرفیہ

بیت العلوم
۲۰- نابھہ روڈ، چوک پرانی انارکلی لاہور۔ فون [illegible]

''اس حدیث میں اگر چہ امام مہدی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں لیکن احادیث میں امام مہدی رضی اللہ عنہ کے علاوہ اس کا کوئی محمل اور مثال موجود نہیں جیسا کہ اس پر گذشتہ احادیث اور بکثرت وارد شدہ آثار دلالت کرتے ہیں۔''

۴۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً مروی ہے جو کہ حکماً مرفوع ہے اس لئے کہ اپنی طرف سے ایسی بات کوئی صحابی نہیں کہہ سکتا تاوقتیکہ اس نے حضور ﷺ سے اس کو سنا نہ ہو۔ علامہ سیوطیؒ نے الحاوی للفتاوی جلد دوم میں اس پر کافی شافی بحث فرمائی ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

﴿عن عبداللّٰہ بن مسعود قال ان الساعة لا تقوم حتی لایقسم میراث ولایفرح بغنیمة ثم قال بیده هکذا و نحاها نحو الشام فقال عدو یجمعون لاهل الاسلام ویجمع لهم اهل الاسلام قلت الروم تعنی قال نعم قال ویکون عند ذاکم القتال ردة شدیدة فیشترط المسلمون شرطة للموت لاترجع الاغالبة فیقتتلون حتی یحجز بینهم اللیل فیفیئ هؤلاء و هؤلاء کل غیر غالب و تفنی الشرطة ثم یشترط المسلمون شرطة للموت لا ترجع الا غالبة فیقتتلون حتی یحجز بینهم اللیل فیفیئ هؤلاء و هؤلاء کل غیر غالب و تفنی الشرطة ثم یشترط المسلمون شرطة للموت لاترجع الاغالبة فیقتتلون حتی یمسوا فیفیئ هؤلاء و هؤلاء کل غیر غالب و تفنی الشرطة فاذا کان یوم الرابع نهد الیهم بقیة اهل الاسلام فیجعل اللّٰہ الدائرة علیهم فیقتتلون مقتلة اما قال لایری مثلها و اماقال لم یرمثلها

توفیق الباری

فی

تطبیق القرآن و صحیح البخاری





تالیف

حافظ زبیر علی زئی

نعمان پبلیکیشنز

اہلِ سنت کے جلیل القدر امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن شہاب ایسے دور میں باقی رہے جب دنیا میں ان جیسا کوئی بھی نہیں تھا۔ (الجرح والتعدیل ۸/۷۲ وسندہ صحیح)

امام مالک نے کثرت کے ساتھ موطأ امام مالک میں امام زہری سے روایتیں بیان کی ہیں۔

اہل سنت کے جلیل القدر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے امام محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب اور امام زہری کے بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا: ''جمیعًا واحد فی الثبت'' دونوں ایک جیسے ثقہ ہیں۔ (مسائل ابن ہانی ج ۲ ص ۲۲۱ رقم ۲۲۱۲)

اسماء الرجال کے مشہور امام یحییٰ بن معین نے امام زہری کو ثقہ (قابلِ اعتماد سچا، عادل وضابط راوی) کہا۔ (دیکھئے تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۱۷)

تفصیل کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۳۰ ص ۴۱۔ ۴۶، ۴۴/۳۵، ۳۶

معلوم ہوا کہ امام مالک، عمر بن عبدالعزیز، سفیان بن عیینہ اور ائمہ مسلمین کے نزدیک امام زہری ثقہ وصدوق اور صحیح الحدیث ہیں۔ آپ کی بیان کردہ احادیث موطأ امام مالک، الام للشافعی، مسند احمد، المسند المنسوب الیٰ ابی حنیفہ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، صحیح ابن الجارود، اور تمام کتبِ حدیث میں موجود ہیں۔ امام زہری پر کوئی جرح ثابت نہیں لہٰذا زہری پر حملہ احادیثِ صحیحہ پر حملہ ہے اور احادیثِ صحیحہ پر حملہ اصل میں دینِ اسلام پر حملہ ہے۔

زہری کے ثقہ اور صحیح الحدیث ہونے کے بعد عرض ہے کہ صحیح بخاری کی مذکورہ روایت کا یہ ٹکڑا مراسیلِ زہری میں سے ہونے کی وجہ سے ناقابلِ حجت ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ''ثم إن القائل فیما بلغنا هو الزهري ... وهو بلاغات الزهري ولیس موصولاً'' فیما بلغنا (ہمیں پتا چلا ہے) کے قائل زہری ہیں... اور یہ روایت بلاغاتِ زہری میں سے ہے، موصول (متصل سند سے) نہیں ہے۔ (فتح الباری ۱۲/۳۵۹ ح ۶۹۸۲)

مرسل اور بلاغات والی روایت زہری کی ہو یا کسی دوسرے تابعی کی: ہمیشہ ضعیف وناقابلِ حجت ہوتی ہے۔ امام بخاری نے صحیح حدیث جس طرح سُنی تھی اس کے ساتھ بلاغات والا یہ ٹکڑا

ع جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی



اسلام اور سیاست

مذہب اور سیاست

شریعت و سیاست

مروّجہ سیاست کے شرعی احکام

اسلام میں جمہوریت کا تصوّر

غیر اسلامی حکومت کے شرعی احکام

اسلامی حکومت کا بنیادی اصول شوریٰ

اسلامی مملکت میں حکومت الٰہیہ

ووٹ کی اسلامی حیثیت

ووٹر کی شرعی حیثیت

عورت کی سربراہی

مجموعۂ افادات

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

مع رسالہ: حکیم الامت کے سیاسی افکار

از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

061-4540513-4519240

نہیں آنے دیا پھر اس پر صلح ہوئی کہ تین روز کے لئے تشریف لائیں اور عمرہ کر کے چلے جائیں آپ نے اس صلح کو قبول فرمایا اور وقت محدود تک قیام فرما کر واپس تشریف لے گئے۔

یہ سب اس وقت ہوا جب تسلط (یعنی آپ کا غلبہ واقتدار) نہ تھا۔ عذر کی حالت میں آپ نے اس حکم عارضی پر عمل فرمایا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو با قاعدہ مسلط فرمایا اس وقت اصلی حکم پر عمل فرمایا۔ یہ تفصیل ہے اس صلح کے منظور کر لینے میں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۶۹۲ ج ۲، سوال نمبر ۷۹۷ بوادر النوادر ص ۷۷۱ ج ۲، امداد الفتاویٰ ص ۲۴۶ ج ۴ ملفوظات اشرفیہ ص ۳۹۹)

اگر حکام کی طرف سے ناگوار بات پیش آئے یا وہ ظلم زیادتی کریں

اگر حکام کی جانب سے کوئی امر طبیعت کے خلاف پیش آئے تو صبر کرے شکایت اور بددعا نہ کرے البتہ اس کی نرم مزاجی کے لئے دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اہتمام کرے تا کہ اللہ تعالیٰ حاکموں کے دل کو نرم کر دے ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے۔ (حقوق الاسلام ص ۱۰)

حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بادشاہوں کا مالک ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں اور جب بندے میری اطاعت کرتے ہیں میں ان بادشاہوں کے دلوں کو ان پر رحم اور شفقت کے ساتھ پھیر دیتا ہوں اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں، میں ان بادشاہوں کے دلوں کو غضب اور عقوبت کے ساتھ پھیر دیتا ہوں۔ پھر وہ ان کو سخت عذاب کی تکلیف دیتے ہیں۔ (حیوۃ المسلمین ص ۲۰۴)

(اس سے معلوم ہوا کہ) اگر حکام ظلم کرنے لگیں تو ان کو برا مت کہو سمجھ جاؤ کہ ہم سے حقیقی حاکم (یعنی اللہ تعالی) کی نافرمانی ہوئی ہے یہ اس کی سزا ہے۔ اپنی حالت درست کر لو۔ اللہ تعالیٰ حاکموں کے قلوب کو نرم کر دیں گے۔ (تعلیم الدین ص ۱۴۱)

اگر حکام ہی کی طرف سے کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو تہذیب سے اپنی تکلیف کی اطلاع کر دو۔ اگر پھر بھی حسب مرضی انتظام نہ ہو تو صبر کرو اور عمل سے یا زبان سے یا قلم

ع جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی



اسلام اور سیاست

مذہب اور سیاست

شریعت و سیاست

مروّجہ سیاست کے شرعی احکام

اسلام میں جمہوریت کا تصوّر

غیر اسلامی حکومت کے شرعی احکام

اسلامی حکومت کا بنیادی اصول شوریٰ

اسلامی مملکت میں حکومت الٰہیہ

ووٹ کی اسلامی حیثیت

ووٹر کی شرعی حیثیت

عورت کی سربراہی

مجموعۂ افادات

حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

مع رسالہ: حکیم الامت کے سیاسی افکار

از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہٗ

ادارۂ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان

061-4540513-4519240

سے مقابلہ مت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہو کہ تمہاری مصیبت دور ہو۔

اور اگر کہیں ظالم لوگ چھوڑ دینے پر نہ مانیں اور جان ہی لینے پر آمادہ ہوں تو مسلمانوں کو مقابلہ پر مضبوط ہوجانا ہر حال میں فرض ہے۔

وهذا من باب القتال حيث تفرض عينا اذاهجم العدو لا من باب الاكراه

(حیوٰۃ المسلمین ص ۱۷۹)

مظالم کے وقت بھی حکومت سے مقابلہ کرنا ہمارا کام نہیں حکومت سے مقابلہ کرنا تو حکومتوں کا کام ہے رعایا کو حکومت سے مقابلہ کرنے میں نقصان ہے

بعض لوگ علانیہ طور پر خردہ گیری اور اس کے خلاف خفیہ تدبیریں اور سازش کرتے ہیں اس خردہ گیری کے جو نتائج ہیں ظاہر ہے کہ ایسا شخص جو ہر طرح حکومت کے دائرہ میں مقید ہو کسی طرح ان نتائج کا متحمل نہیں ہوسکتا تو پھر اس پر اقدام کرنا حدیث ذیل کی صریح مخالفت کرنا ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا ينبغي للمومن ان يذل نفسه قيل يا رسول الله و كيف يذل على نفسه قال يتحمل من البلاء مالا يطيقه (رواه الترمذى)

ترجمہ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو زیبا نہیں کہ اپنے کو ذلیل کرے۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ اپنے کو کس طرح ذلیل کرے گا۔ فرمایا ایسی بلا کو اپنے اوپر لادے جس کے برداشت کی اس کو طاقت نہ ہو۔

اور ایسی حالت میں سازش کرنا کہ حکومت کے ساتھ معاہدہ بھی قائم ہے سراسر غدر (دھوکہ) اور بدعہدی ہے جس کا حرام ہونا شریعت محمدیہ میں صریح ہے۔

اسلامی تعلیم تو یہاں تک ہے کہ اگر حکومت کی جانب سے کوئی تکلیف بھی پہنچے تب بھی حکام کے لئے بددعا میں مشغول ہونے تک کی اجازت نہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی ''کتاب الامراۃ'' کی یہ آخری حدیث ہے۔

باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت ABC CERTIFIED پاکستان کے ہر روزنامہ سے زیادہ

THE DAILY JANG LAHORE

روزنامہ جنگ لاہور

میر خلیل الرحمن

صفحات 56 قیمت 15 روپے

جلد 32 | اتوار 21 ربیع الثانی 1432ھ 27 مارچ 2011ء 15 چیت 2068ب | نمبر 162

مسلمان متحد ہو جائیں تو مسائل خود حل ہو جائینگے، امام کعبہ

مسلمان اسلئے اچھے شہری ہیں کہ وہ دین پر عمل کرتے ہیں، شیخ عبدالرحمن السدیس

(این این آئی) خانہ کعبہ کے امام شیخ عبد ... میں نے کہا ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ... مسلمانوں اور پوری دنیا کیلئے رحمت بن کر آئے ... کہ مسلمان، غیر مسلموں کے ساتھ مل جل کر رہتے ہیں، دارالعلوم دیوبند سے سعودی عرب کا دیرینہ خوشگوار تعلق ہے، مسلمان آپس میں اتحاد واتفاق برقرار رکھیں تو بہت سے مسائل خود حل ہو جائیں گے۔ اجتماع

صفحہ 15 بقیہ نمبر 23

بقیہ	امام کعبہ	23

سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے بھارتی مسلمانوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ بھارت کے مسلمان اس لئے اچھے شہری ہیں کہ وہ اپنے دین پر عمل کرتے ہیں اور ہر اچھا شہری دین پر چلنے والا ہوتا ہے۔ انہوں نے لاکھوں افراد سے خطاب کرتے ہوئے تمام انسانوں سے امن وفرقہ وارانہ ہم آہنگی برقرار رکھنے کی اپیل کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں خصوصیات اسلام کی حقیقی روح ہیں امام کعبہ نے بھارت اور سعودی عرب کے تعلقات کو دیرینہ اور خوشگوار بتاتے ہوئے کہا کہ عرب کے بزرگوں، رہنماؤں، علماء اور دانشوروں کا دارالعلوم دیوبند سے قدیم تعلق ہے اور وہ یہاں آتے جاتے رہے ہیں۔ ان کے دورہ سے دونوں ملکوں کے تعلقات مزید مستحکم ہونگے شیخ عبدالرحمان نے کہا کہ دارالعلوم دیوبند میں ان کے پرتپاک استقبال کو یاد رکھیں گے۔ مسلمان آپس میں اتحاد کو برقرار رکھیں اسی میں کامیابی ہے۔ انہوں نے حضور پاک ﷺ کی ایک حدیث کا ذکر کیا جس میں کہا گیا ہے کہ وطن سے محبت نصف ایمان ہے اور جس زمین پر رہیں وہاں اس کیلئے پوری وفاداری کے ساتھ رہیں اور اسی تعلیم پر بھارتی مسلمان قائم ہیں۔



مقامِ نبوّت

جاہلیت اور اسلام کے تصوّرات

پروفیسر زاہد حسین مرزا

الناشر
مرکز دعوۃ التوحید
اسلام آباد ○ پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ

از قلم: حافظ مقصود احمد

مدیر مرکز دعوۃ التوحید اسلام آباد

دنیا کی عدالتوں کے فیصلے حتمی نہیں ہیں۔ دنیا میں اگر کوئی شخص کرسی عدالت پر بیٹھ کر کسی کو ظلم کا نشانہ بناتا ہے، کسی کو ناجائز بری کرتا ہے، یا ناجائز سزا سناتا ہے، یا عدل وانصاف کے تقاضوں سے منحرف ہو کر فیصلہ صادر کرتا ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ اس کا یہ فیصلہ حتمی نہیں۔ اس نے کل اللہ احکم الحاکمین کی عدالت میں پیش ہونا ہے اور اپنے فیصلوں کا جواب دینا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: قیامت کے روز جب دنیا کی عدالتوں میں فیصلے کرنے والے ججوں کا حساب ہو گا تو وہ خواہش کریں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں دو آدمیوں کے درمیان ایک کھجور کا فیصلہ بھی نہ کیا ہوتا۔

دوسری روایت میں ہے "من ولیّ فقد ذبح بغیرسکین" جو جج بنایا گیا وہ تو الٹی چھری سے ذبح کر دیا گیا۔ ایک روایت میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "قیامت کے روز دو ججوں کو لایا جائے گا جن میں سے ایک نے حد نافذ کرتے ہوئے ایک کوڑا کم اور دوسرے نے ایک کوڑا زیادہ لگایا ہو گا۔ پہلے سے پوچھا جائے گا کہ تو نے ایک کوڑا کم کس لئے لگایا تو وہ کہے گا کہ اے اللہ! مجھے ترس آ گیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو مجھ سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ اس کے بارے میں حکم ہو گا کہ اسے جہنم رسید کر دو۔ پھر دوسرے سے پوچھا جائے گا کہ تو نے ایک کوڑا زیادہ کس لئے لگایا، تو وہ کہے گا اے اللہ مجھے غیرت آ گئی تھی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔ اس کے بارے میں بھی حکم ہو گا کہ اسے جہنم رسید کر دو۔

آج آخرت کے محاسبے سے بے فکر ہو کر کیسے کیسے فیصلے کئے جا رہے ہیں، جس کی بنا پر مظلوم کی دادرسی انتہائی مشکل اور ظالم کا مواخذہ بہت کم ہوتا جارہا ہے۔اس کا ایک سبب تو وہ صدیوں پرانا انگریزوں کا قانون ہے جو کتاب وسنت کے صریحاً منافی اور انگریز کے دور پر آشوب کی یادگار ہے۔دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ جج صاحبان کی تربیت کا کوئی ایسا انتظام نہیں کیا گیا کہ کم از کم ان میں فیصلہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو۔اور کتاب وسنت کے بیان کردہ عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرنا ان کے ہاں ہر قسم کے مفاد پر مقدم ہو، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "یا ایها الذین آمنوا کونوا قوّامین با لقسط شهداء لله ولو علیٰ انفسکم او الوالدین و الاقربین" اے ایمان والو عدل وانصاف کے علمبردار بن جاؤ اور اللہ کے لئے گواہی دینے والے ہو جاؤ اگرچہ تمہاری گواہی تمہارے اپنے خلاف ہی کیوں نہ ہو یا والدین یا قریبی رشتہ داروں کے۔

زیر نظر کتاب کے مؤلف جناب پروفیسر زاہد حسین مرزا ایک پڑھے لکھے صحیح العقیدہ مسلمان ہیں، لیکن افسوس کہ میر پور آزاد کشمیر کی انتظامیہ نے ایک مولوی محمد بشیر کے بیان پر توہین رسالت کے کیس میں انہیں جیل میں ٹھونس رکھا ہے، جبکہ پاکستان کے مستند علماء کرام جن کا تعلق تمام مکاتب فکر سے ہے انہوں نے اس کتاب کو توہین رسالت کے جرم سے مبرا قرار دیا ہے۔امام کعبہ محمد بن عبداللہ السبیل حفظہ اللہ نے اس کتاب کے متعلق اپنے فتوی میں مؤلف کو ان کی تحقیق پر داد دی ہے اور اس موضوع پر کتاب کو بڑا مفید قرار دیا ہے۔انتظامیہ کے فیصلے تو ہنگامی ہوتے ہیں لیکن جج حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ کیس کی تحقیق کر کے عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کریں۔

کیا ہم جج صاحبان کی توجہ اس طرف مبذول کروانے کا حق رکھتے ہیں۔کہ کتاب کے متعلق ملک کے نامور علماء کی رائے زیادہ وزنی ہے یا کہ ایک مولوی محمد بشیر کی رائے ؟؟اگر اس طرح کسی فرد واحد کے کہنے پر توہین رسالت کے مقدمات شروع ہو گئے تو ملک کے حالات خراب ہو جائیں گے اور اس کی ذمہ دار خود انتظامیہ ہو گی۔جو اکثر علمائے کرام کی رائے کو نظرانداز کر کے ایک مخصوص فرقے کی ترجمانی کر رہی ہے۔

باری تعالیٰ مقام لبدیت پر فائز لا انتہا ولا محدود جب کہ باقی تمام ہی محدود ہیں۔ وہ زمان و مکان کی حدود سے بالا جبکہ باقی تمام اس کی پابند اور اس میں مقید ہیں۔ اسکے لئے ماضی و نام کی کوئی شے نہیں۔ جبکہ باقی تمام اسکی گرفت میں پابند۔ وہ لامتناہی و باقی، جسکی بقا فنا آشنا نہیں۔ یہ صفات کسی اور میں نہیں وہ خالق و مالک و رازق، جبکہ باقی تمام اسکی مخلوق، عباد، اسکے محتاج، یہاں عبدو معبود اور خالق مخلوق کا رشتہ ہے۔ ان حدود کا بر قرار رہنا لازمی ہے ورنہ کفر اور سراسر کفر ہوگا، یہی بات سمجھانے کیلئے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے اسی مشن پر آپؐ کو بھی بھیجا گیا، یہی اسلام اور حب رسول اللہ ﷺ کا تقاضا ہے اس سے تجاوز کرنے کا اس کائنات میں کسی کو اختیار حاصل ہے اور نہ حق، ان حدود کو بر قرار رکھنا لازم ہے جو بھی تجاوز کرے گا اپنے اوپر ظلم کرے گا۔ "و من یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہ" (مقام نبوت صفحہ ۹۷/۹۶)

اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ مصنف کا نبی ﷺ کو پیش آنے والے جزوی واقعات کا ذکر کرنا مذکورہ بالا مقاصد و مسائل اور عقائد کو ثابت کرنے کے لئے ہے۔ ان کا ذکر بطریق اہانت نہیں ہے۔ ہم نے فقہا کے حوالوں سے یہ بات ثابت کردی ہے کہ جب متکلم مسلمان ہو اور اس کے کلام میں ۹۹ احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو پھر اسے مسلمان قرار دیا جائے گا۔ لیکن یہاں تو کلام میں توہین کا ایک احتمال بھی نہیں بالفرض بعض الفاظ سے شبہ پیدا ہوتا ہو تو بھی سیاق و سباق اور موضوع کتاب اور مصنف کی تصریحات کو پیش نظر رکھ کر مصنف کو کفر اور توہین رسالت کے الزام سے بری قرار دیا جائے گا۔

واللہ اعلم

ادارہ معارف اسلامی شعبہ استفسارات منصورہ۔ لاہور

۹/۹/۱۹۹۹

اسلام کے بنیادی عقائد ہیں۔ اگر کچھ لوگ اس کے بر عکس عقیدہ رکھتے ہیں تو انہیں قرآن و حدیث کے دلائل سے اپنے مؤقف کو ثابت کرنے کا حق تو ہے، مگر انہیں یہ حق حاصل نہیں کہ وہ قرآن وحدیث کے سیدھے اور سادہ ترجمہ پر مبنی درست عقائد کو توہین رسالت سے تعبیر کریں، جبکہ پروفیسر زاہد حسین مرزا کی مذکورہ کتاب میں اندازِ بیان بھی بہت سی ایسی دوسری کتابوں کے مقابلہ میں نرم معتدل، اور متوازن اختیار کیا گیا ہے۔

اندریں حالات کوئی خاص گروہ یہ تو شاید کہہ سکتا ہے کہ کتاب کے مندرجات سے اس کے عقیدہ و خیالات کی نفی ہوئی ہے۔ لیکن اس کا یہ کہنا انتہائی غلط بے بنیاد اور حقیقت کے منافی ہوگا کہ مصنف نے کسی بھی بالواسطہ یابلا واسطہ طریقہ سے توہین رسالت کے قبیح جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اگر ایسی کتابوں کو توہین رسالت کے زمرے میں لانے کا سلسلہ شروع ہوگیا تو شاید خدانخواستہ قرآن و حدیث کے سادہ ترجمہ پر بھی پابندی لگانا پڑے گی۔

ساجد میر

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اُڑ جائے گا رنگ
یہ نہ کہیئے سُرخیٔ خونِ شہیداں کچھ نہیں!

شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

شہید بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے، وھو الجواب وبہ یُفتی وعلیہ الفتوٰی وھو المذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامۃ والسداد یہی جواب ہے یہی فتوے دیا جائے گا۔ اور اسی پر فتوے ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے،

مولانا احمد رضا خاں بریلوی
تمہید ایمان ص۴۲ مطبوعہ ۱۳۴۶ھ

تالیف:- پروفیسر علامہ خالد محمود ایم اے، پی ایچ ڈی

شائع کردہ:- مکتبہ دار المعارف : اردو بازار لاہور

میں منہمک رہے یہاں تک کہ مستقل دو مکتبۂ فکر قائم ہوگئے۔ بریلوی اور دیوبندی — دونوں جماعتوں کے علما اور عوام کے درمیان تخالف و تصادم کا یہ سلسلہ آج بھی بند نہیں ہوا ہے۔ [1]

ایک غیر جانبدار شخص جب اس عبارت سے گزرتا ہے تو اس کے ذہن میں چند سوال ضرور اُبھرتے ہیں، وہ سوچنے پر مجبور ہوتا ہے کہ مولانا احمد رضا خاں نے علماء دیوبند کی عبارات میں اگر کوئی غلطی دیکھی تھی تو پہلے خود ان علماء سے ہی استفسار کیوں نہ کیا؟ اُن سے وضاحت کیوں نہ پوچھی؟ سیدھے حرمین کیوں پہنچے؟ اور یہ اردو عبارات ان لوگوں کے سامنے کیوں رکھیں جو اردو نہ جانتے تھے؟ اور جو عربی ترجمہ کیا وہ خود کیوں کیا؟ کسی غیر جانبدار ترجمان سے کیوں نہ کرایا؟ اور پھر جن علماء پر غلط عقائد کے الزامات لگائے جا رہے تھے اُنھیں صفائی کا موقع کیوں نہ دیا گیا؟ اور پھر یہ ساری کارروائی بکھیر کیوں کی جارہی تھی؟ اور پھر اس تفرقے کی تشہیر اور تفریق بین المسلمین کی توثیق (Confirmation) اور تائید آخر اتنا بڑا کارنامہ کیوں تھا کہ اس پر زندگی کے پچاس سال لگا دیے جاویں اور پھر جب علماء دیوبند کی طرف سے ان عبارات کی تشریح کی گئی اور ان عقائد سے بیزاری کا اظہار کیا گیا جو ان عبارات کے سہارے ان علماء کے ذمے لگائے گئے تھے تو اس صفائی کو چھپانے اور اس پر پردہ ڈال کر اس اختلاف کو بحال رکھنے میں آخر کون سی خدمتِ اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی تھی؟ تفریق بین المسلمین کی اس کارروائی کے پیچھے اگر غیر ملکی ہاتھ نہ تھا تو اس تفریق پر اور ان الزامات پر احمد رضا خاں صاحب کو آخر اتنا اصرار کیوں تھا؟

اس وقت ان سوالات کی وضاحت اور ان کے پیچھے کے عوامل زیرِ بحث نہیں، یہاں ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ مولوی فضل رسول بدایونی کے بعد تفریق بین المسلمین کی یہ خدمت مولوی احمد رضا خاں کے سپرد ہوئی اور جس طرح مولوی فضل رسول نے کہا تھا کہ عبادت کے لیے بُت بنانا کفر نہیں اسی طرح

---

[1] سوانح اعلیٰحضرت ص۸

اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید ذاتی صفاتی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ختم نبوت قرآن کریم، قیامت اور دیگر ضروریات دین میں کلی موافقت ہے۔[۱]

مولانا عبدالستار صاحب نیازی نے بھی اتحاد کا ایک فارمولا پیش کیا تھا اس میں انہوں نے صریح طور پر لکھا تھا کہ علمائے دیوبند کی عبارات کا وہی مطلب مراد لیا جائے جو انہوں نے اپنے عقائد کی وضاحت میں المہند علی المفند میں لکھ دیا ہے۔ اس بات کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ ان عبارات کا جو مطلب مولانا احمد رضا خان نے حسام الحرمین میں لکھا اسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور تصنیف را مصنف نیکو کند بیان کے اصول کے مطابق علماء دیوبند کی عبارات کا وہی مطلب مراد لیں جس کی خود انہوں نے المہند میں وضاحت کر دی ہے۔ یہ بات کسی طرح لائق قبول نہیں کہ عبارت کسی کی ہو اور اس کا مطلب کوئی دوسرا شخص بیان کرے خصوصاً جب کہ مصنف خود اپنی مراد واضح کر چکا ہو۔

افسوس کہ علماء سو نے مولانا عبدالستار نیازی کی اس تجویز کو بھی ٹھکرا دیا اور جب بھی ان میں کوئی شخص حقیقت حال کی تائید کیلئے اٹھا انتشار پسند علماء سُو اس کے آڑے آ گئے۔
جب تک علماء اختلاف کے موقعہ پر ایک دوسرے کو اس کی بات کی توجیہ و تشریح کا حق دیتے رہے مسلمانوں میں اتحاد من حیث الجماعت کسی نہ کسی درجے میں باقی رہا بے دینوں اور ملحدوں کے حملے پسپت رہے لیکن جب سے تعصب نے شدت اختیار کی نتیجہ آپ کے سامنے ہے کہ شیطان دن دہاڑے کبڈی کھیل رہا ہے اور کوئی شخص اس کے پاؤں میں بیڑی ڈالنے والا نہیں ہے۔

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق بات واضح کر دی ہے، جو شخص نیک نیتی سے اس کتاب کو پڑھے گا، وہ کبھی اہل حق سے بدگمان نہ رہے گا یہ ناچیز کوشش ان الجھے ذہنوں کو قریب کرنے اور شیرازۂ ملت کو یکجا کرنے کے لیے مخلصانہ صدا ہے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اس پر لبیک کہیں

خالد محمود عفی عنہٗ حال مقیم مانچسٹر

---

[۱] تفسیر ضیاء القرآن ص۲

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۴: ۵۹)

فیصلہ ہفت مسئلہ کی وضاحت

حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرہ کے فیصلہ کی وضاحت
انہی کے خلفاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے قلم سے

تالیف

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم

ناشر
دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

فیصلہ ہفت مسئلہ کی وضاحت

سوال: حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ کے رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" کے متعلق عموماً یہ تأثر پایا جاتا ہے کہ اس سے اہلِ بدعت کی تائید ہوتی ہے اور مسائلِ مذکورہ میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی رائے اکابر دیوبند کے مسلک سے مختلف ہے، لہٰذا مندرجہ ذیل اُمور وضاحت طلب ہیں:

① کیا اس رسالہ کی نسبت حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی جانب صحیح ہے؟

② کیا اہلِ بدعت کی تائید کا دعویٰ درست ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

جواب سے قبل چند اُمور کو بطور مقدمہ ذہن نشین کرلینا ضروری ہے۔

① یہ امر معقول اور مسلّم ہے کہ کسی کے کلام یا تحریر کا وہی مطلب معتبر ہوگا جو متکلم یا محرر خود بیان کرے۔

② متکلم یا محرر نے خود کوئی وضاحت نہیں کی تو اس کے کلام یا تحریر کا مفہوم وہ لیا جائے گا جو اس کے خواص و مقربین بیان کریں، کیونکہ اغیار کی بنسبت احباب و اقارب مرادِ متکلم سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔

③ فقیہ الملۃ حضرت گنگوہی اور حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہما حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے اخص الخواص اور اقرب ترخلفاء میں سے ہیں۔

چنانچہ اسی رسالہ "فیصلہ ہفت مسئلہ" کے آخر میں حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی وصیت میں حضرت گنگوہی قدس سرہٗ سے متعلق یہ الفاظ ہیں:

"عزیزی مولوی رشید احمد صاحب کے وجود بابرکات کو ہندوستان میں غنیمت کبریٰ و نعمتِ عظمیٰ سمجھ کر ان سے فیوض و برکات حاصل کریں کہ مولوی صاحب موصوف جامع کمالات ظاہری و باطنی کے ہیں اور ان کی

ملفوظات

علامہ سید انور شاہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

مولانا سید احمد رضا بجنوری

المکتبۃ الاشرفیۃ

ان پر حالات گذرتے ہیں اور ان حالات میں کچھ کلمات ان کے منہ سے نکل جاتے ہیں جو ظاہری قواعد پر چسپاں نہیں ہوتے، اور بسا اوقات غلط راستہ لینے کا سبب بن جاتے ہیں صوفیاء کی تصریح ہے کہ ان پر کوئی عمل پیرا نہ ہو اور تصریح کرتے ہیں کہ جن پر یہ احوال نہ گذرے ہوں یا جو ان کی اصطلاحات سے واقف نہ ہوں، وہ ہماری کتابوں کا مطالعہ نہ کریں۔

مجملاً ہم بھی یہی سمجھتے ہیں کہ کوئی شخص جو کسی حال کا مالک ہوتا ہے، دوسرا خالی آدمی ضرور اس سے الجھ جائے گا۔ لیکن دین میں کسی زیادتی، کمی کے صوفیاء میں سے کوئی قائل نہیں اور اس کے مدعی کو کافر بالاتفاق کہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ صوفیاء نے نبوۃ بمعنی لغوی لے کر مقسم بنا لیا ہے۔ اور اس کی تفسیر خدا سے اطلاع پانا، دوسرے کو اطلاع دینا کی ہے اور اس کے نیچے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام دونوں کو داخل کیا اور نبوت کی دو قسمیں کر دیں، نبوت شرعی اور نبوت غیر شرعی۔

نبوت شرعی کے نیچے وحی اور رسل دونوں درج کر دیئے تو اب ان کے لئے نبوت غیر شرعی اولیاء کے کشف و الہام کے لئے ٹھہر گئی اور مخصوص ہو گئی۔

پھر صوفیاء کی تصریح ہے کہ کشف کے ذریعہ مستحب کا درجہ بھی ثابت نہیں ہو سکتا صرف اسرار و معارف اور مکاشف اس کا دائرہ ہیں، اور تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارا کشف دوسرے پر حجت نہیں، ہمارا کشف ہمارے لئے ہے۔

کشف اسے کہتے ہیں کہ کوئی پیرایہ آنکھوں سے دکھلایا جس کی مراد کشف والا خود نکالے الہام اسے کہتے ہیں کہ دل میں کوئی مضمون ڈال دیا اور سمجھا دیا جائے، وحی یہ ہے کہ خدا اپنے ضابطہ کا پیغام کسی نبی یا رسول پر بھیجے۔ پھر وحی قطعی ہے اور کشف والہام ظنی ہیں۔

بنی آدم میں وحی پیغمبروں کے ساتھ مخصوص ہے، غیروں کے لئے کشف یا الہام

ہے یا معنوی وحی ہو سکتی ہے، شرعی نہیں۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مضمون سے قادیانی وکیل کا استدلال

اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے جواب

(۴۳) قادیانی مختار نے کہا کہ "تحذیر الناس" میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ نے بھی خاتم النبیین کے بعد نبی کا آنا تجویز کیا ہے۔ اس پر فرمایا:۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے الہامی مضمون میں آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر بہت قوی دلائل و براہین قائم کئے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اثر ماثور کی گرانقدر علمی توجیہات بیان فرمائی ہیں۔

اس رسالہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے جا بجا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین زمانی ہونا اور اس کا اجماعی عقیدہ ہونا اور مضمون ختم نبوت کا بدرجہ تواتر منقول ہونا اور اس کے منکر کا کافر ہونا بھی ثابت فرمایا ہے، پھر حضرت شاہ صاحبؒ نے جج صاحب کو تحذیر الناس کے صـ۳ کی عبارت پڑھ کر سنائی۔

اور فرمایا کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مناظرۂ عجیبہ جو اسی موضوع پر ہے نیز آب حیات قاسم العلوم وغیرہ دیکھی جائیں۔

حضرت مولانا مرحوم نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک دو نہیں بلکہ تین قسم کی خاتمیت ثابت فرمائی ہے۔

(۱) بالذات:۔ یعنی مرتبہ حضور کا خاتمیت ذاتی کا ہے، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم وصفِ نبوت کے ساتھ موصوف بالذات ہیں، اور دوسرے سب انبیاء کرام علیہم السلام موصوف بالعرض اور آپ کے واسطے سے، جیسا کہ عالم اسباب میں موصوف

دیوبندی، بریلوی تنازع ختم کرنے کے لیے فیصلہ کُن مناظرے

فتوحاتِ نعمانیہ

مناظرِ اہلِ سُنّت

رئیس المحدّثین والمتکلّمین حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

انجمن اِرشاد المسلمین

۱۴-بہاولپور روڈ ○ مزنگ، لاہور

صحیح مثال وہی (رازق والی) بن سکتی ہے جو میں عرض کر چکا ہوں۔

اپنی اس تقریر میں آپ نے ایک نئی مثال لفظ "قادر" کے اطلاق کی پیش کی ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ کیونکہ عرف عام اور عرف شریعت میں اللہ تعالیٰ کو قادر کہتے ہیں۔ لہٰذا اس میں اگر اس قسم کی تشقیق کی جاوے گی تو استخفاف لازم آئے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہ عرف عام میں کہا جاتا ہے نہ عرف شرع میں۔ لہٰذا اگر اس کے متعلق یہ تشقیق کی جاوے تو مضائقہ نہیں۔ پس آپ کی یہ دوسری مثال بھی بے موقع ہے۔ علاوہ ازیں لفظ "قادر" میں حفظ الایمان کی یہ تقریر جاری بھی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو قادر اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ وہ بلا استثناء تمام ممکنات پر قدرت تامہ رکھتا ہے۔ اور جو احمق قدرت عامہ کا یہ مطلب سمجھتا ہے کہ ممتنعات اور محالات پر بھی قدرت ہو وہ اعلیٰ درجہ کا جاہل ہے۔ نیز خدا کی قدرت ذاتی ہے اور دوسروں کی عرضی اور عطائی سمجھنے والوں کے لئے یہ بھی بہت بڑا فرق ہے۔ افسوس کہ آپ خالق اور مخلوق کے معاملات میں کوئی فرق نہیں سمجھتے اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنے لگتے ہیں۔ درحقیقت یہی آپ کی بنیادی گمراہی ہے۔

یہاں تک تو میں نے آپ کی تقریر کا مختصر مگر بحمد اللہ کافی اور شافی جواب دے دیا۔ اس کے بعد نفس مبحث کے متعلق ایک چیز اور عرض کرتا ہوں۔

یہ تو حضرات حاضرین کو اس وقت تک کی گفتگو سے معلوم ہو چکا ہوگا کہ میرے اور مولوی سردار احمد صاحب کے درمیان اصول اور مسئلہ کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ اس پر ہم سب متفق ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور آپ کی شان میں ادنیٰ گستاخی کفر بلکہ اشد کفر ہے۔ بلکہ اس وقت اختلاف صرف یہ ہے کہ حفظ الایمان کی اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ اگر بالفرض اس عبارت کا وہ مطلب ہو جو مولوی سردار احمد صاحب بیان کر رہے ہیں۔ (اور جو مولوی احمد رضا خان صاحب نے حسام الحرمین میں لکھا ہے) جب تو ہمارے نزدیک بھی وہ موجب کفر ہے۔ اور اگر اس کا مطلب وہ ہو جو میں عرض کر رہا ہوں تو مولوی سردار احمد صاحب کے نزدیک بھی اس سے کفر ثابت نہیں ہوتا

بہر حال اختلاف صرف اس عبارت کے مطلب میں ہے۔ اور دنیا بھر کے عقلمندوں کا مسلّمہ اصول ہے کہ مصنف ہی اپنی تصنیف کا مطلب سب سے زیادہ صحیح سمجھ سکتا ہے۔ غالبؔ کے اشعار کا جو مطلب خود غالب نے سمجھا دوسرے لوگ یقیناً ایسا نہیں سمجھ سکتے ؂ تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں

عقلیاتِ ابنِ تیمیہؒ

از

محمد حنیف ندوی

ادارہ ثقافتِ اسلامیہ

کلب روڈ ○ لاہور

۱۳

مزید برآں ہمارا نا قابلِ عفو قصور یہ بھی ہے کہ ہم کسی شخص کی تصانیف کا گہرا مطالعہ کیے بغیر دو چار سنے سنائے مفروضوں کے بل پر الزامات کی ایک فہرست تیار کر لیتے ہیں، اور یہ دیکھنے کی مطلق زحمت نہیں کرتے کہ اس کے نتائجِ فکر کس درجہ استوار، کتنے تابناک اور کس درجہ منطقی استواری لیے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ اس کے پیغام یا دعوت کی اصلی اور بنیادی روح کیا ہے جو اس کی تمام تحریروں میں جاری و ساری ہے؟

۸۰

۱۔ علامہ جہاں غیر معمولی علمی شخصیت کے مالک تھے وہاں ایک غیور مجاہد اور پر جوش مصلح کی حیثیت سے اس طرح کی فعال اور سکون نا آشنا زندگی بھی رکھتے تھے کہ جس نے ان کے تمام اوقات اور توجہات کو گھیر رکھا تھا۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ ان کے لیے ناممکن تھا کہ اپنی تصانیف کو بنا سنوار کر قارئین کے سامنے پیش کر سکیں۔

۲۔ مزید برآں دعوت و تبلیغ اور تجدید و اصلاح کے دواعی کا بھی یہ تقاضا تھا کہ وہ ایک بات کہہ کر آگے نہ بڑھ جائیں بلکہ اپنے پیغام کو اس طرح دہرائیں اور اپنے مطالب کو بار بار مگر برنگِ دیگر ادا کریں کہ وہ دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو جائیں۔

۳۹

یہ بات صحیح ہے کہ ایک کامیاب ادیب کو خود ساختہ نحوی قواعد و اصول کی پیروی کی حاجت نہیں کیونکہ وہ تو بجائے اس کے کہ نحوی پابندیوں کا التزام کرے، اپنی تخلیقی کوششوں سے نحو کے لیے نئے نئے پیمانے اور انداز وضع کرتا ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ درست ہے کہ ایک اچھا شاعر سوا اپنے ذوق شعری کے کسی خارجی شے کا پابند نہیں ہوتا اور فن عروض مجبور ہے کہ شعراء کی رہنمائی کے بجائے ان کا تتبع کرے، ٹھیک اسی طرح اس حقیقت سے

جدید نظرِ ثانی و تصحیح شدہ ایڈیشن

ادیانِ باطلہ اور صراطِ مستقیم



پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث حضرت اقدس

مفتی محمد نعیم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مدیر الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ

بیت الاشاعت کراچی

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو زندہ کرے گا اور ان پر حد جاری کرے گا۔ [۱]

قرآن میں آتا ہے:

﴿وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا﴾ [۲]

یہ واقعہ رجعت کے متعلق ہے۔ [۳]

"ظہور امام کے عہد میں قیامت سے پہلے زندہ ہونے کو رجعت کہتے ہیں یہ عقیدہ ضروریات مذہب امامیہ میں سے ہے۔" [۴]

امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہماری رجعت پر ایمان نہ لائے۔ [۵]

جواب: مگر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے جو قرآن و ارشادات نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد خواہ مومن ہو یا کافر ہو دنیا میں کوئی زندہ نہیں کیا جائے گا۔ قیامت کے دن ہی اللہ زندہ فرما کر سزا و جزا دیں گے۔

عقیدہ رجعت کے کفر ہونے پر حوالہ جات:

❶ "يجب اكفار الروافض ... في قولهم يرجع الأموات الي الدنيا و يقولهم في خروج امام باطن هولاء." [۶]

نعمانیہ: ۲/۸۶، فضل الخطاب: ص ۸۵

(۱) حق اليقين: ص ۳۴۷، حيوة القلوب: ۲/۶۱۱، بحار الانوار: ۱۳/۵۷۶

(۲) النمل

(۳) صافي: ۲/۲۳۷، ترجمه مقبول: ص ۷۶٤، قمي: ۱/۱۳۱، حق اليقين: ص ۲۳٦

(۴) چودہ ستارے: ص ۲۰

(۵) من لا يحضره الفقيه: ۳/۲۹۱، حق اليقين: ص ۳۳٦

(٦) فتاوي تاتارخانيه: ۵/۵۳۸، المكانة في سرمة الخزانة: ص ٦۰۵، الطريقة المحمديه، فتاوي بزازيه

اور علماء وقت اُن کو قبول کرتے رہے ہیں لیکن اس زمانہ کے اکثر علماء کی یہ عجیب عادت ہے کہ اگر خدائے تعالیٰ کا الہام ولایت جس کا کبھی سلسلہ منقطع نہیں اپنے وقت پر بعض مجمل مکاشفات نبویہ اور استعارات سر بستہ قرآنیہ کی کوئی تفسیر کرے تو بنظر انکار و استہزاء اُس کو دیکھتے ہیں حالانکہ صحاح میں ہمیشہ یہ حدیث پڑھتے ہیں کہ قرآن شریف کے لئے ظہر و بطن دونوں ہیں اور اس کے عجائبات قیامت تک ختم نہیں ہو سکتے اور ہمیشہ اپنے مُنہ سے اقرار کرتے ہیں کہ اکثر اکابر محدثین کشوف والہامات اولیاء کو حدیث صحیح کے قائم مقام سمجھتے رہے ہیں۔

ہم نے جو رسالہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں اس اپنے کشفی والہامی امر کو شائع کیا ہے کہ مسیح موعود سے مراد یہی عاجز ہے میں نے سُنا ہے کہ بعض ہمارے علماء اس پر بہت افروختہ ہوئے ﴿۱۴۰﴾
ہیں اور انہوں نے اس بیان کو ایسی بدعات میں سے سمجھ لیا ہے کہ جو خارج اجماع اور برخلاف عقیدہ متفق علیہا کے ہوتی ہیں حالانکہ ایسا کرنے میں اُن کی بڑی غلطی ہے۔

اول تو یہ جاننا چاہیئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جُز یا ہمارے دین کے رُکنوں میں سے کوئی رُکن ہو بلکہ صدہا پیشگوئیوں میں سے یہ ایک پیشگوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیشگوئی بیان نہیں کی گئی تھی اُس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا اور پیشگوئیوں کے بارہ میں یہ ضروری نہیں کہ وہ ضرور اپنی ظاہری صورت میں پوری ہوں بلکہ اکثر پیشگوئیوں میں ایسے ایسے اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں کہ قبل از ظہور پیشگوئی خود انبیاء کو ہی جن پر وہ وحی نازل ہو سمجھ میں نہیں آ سکتے چہ جائیکہ دوسرے لوگ ان کو یقینی طور پر سمجھ لیویں دیکھو جس حالت میں ہمارے سید و مولیٰ آپ اس بات کا اقرار
﴿۱۴۱﴾ کرتے ہوں کہ بعض پیشگوئیوں کو میں نے کسی اور صورت پر سمجھا اور ظہور اُن کا کسی اور صورت پر ہوا تو پھر دوسرے لوگ گو فرض کے طور پر ساری اُمت ہی کیوں نہ ہو کب ایسا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہماری سمجھ میں غلطی نہیں سلف صالح ہمیشہ اس طریق کو پسند کرتے رہے ہیں

الخليفة المهدي

في الأحاديث الصحيحة

• تاليفِ لطيف •

المحدث النبيل والمجاهد الجليل شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

تقدیم، تعلیق، تحشیہ

مولانا حبیب الرحمن صاحب قاسمی استاذ دار العلوم دیوبند

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ ملتان

☎ 514122

ولولا مخافة التطويل لاوردت ههنا ما وقفت عليه من احاديثه لاني رايت الكثير من الناس في هذا الوقت يتشككون في امره ويقولون ما ترى هل احاديثه قطعية ام لا وكثير منهم يقف مع كلام ابن خلدون ويعتمده ـ مع انه ليس من اهل هذا الميدان والحق الرجوع في كل فن لاربابه ؛

(نظم المتناثر من الحديث المتواتر ص۱۳۶)

"اگر کتاب کے دراز ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس موقع پر امام مہدی سے متعلق ان احادیث کو درج کرتا جن کی مجھے واقفیت ہے۔ کیوں کہ اس وقت بہت سارے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ انہیں امام مہدی کے امر میں تردد ہے اور اس سلسلے میں وہ یقینی معلومات کے متلاشی ہیں اور دیگر بہت سے لوگ ابن خلدون کے قول پر قائم اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں جب کہ ابن خلدون اس میدان کے آدمی نہیں تھے۔ اور حق تو یہ ہے کہ ہر فن میں اس فن کے ماہرین کی جانب رجوع کیا جائے۔"

ان ساری تفصیلات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح آشکارا ہوگئی کہ امام مہدی سے متعلق احادیث نہ صرف صحیح وثابت ہیں بلکہ متواتر اور اپنے مدلول پر قطعی الدلالت ہیں جن پر ایمان لانا بحسب تصریح علامہ سفارینی واجب اور ضروری ہے۔ اسی بنا پر ظہورِ مہدی کا مسئلہ اہلِ سنت والجماعت کے عقائد میں شمار ہوتا ہے البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ اسلام کے اہم ترین اور بنیادی عقائد میں داخل نہیں ہے۔ مسئلہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر ہر دور کے محدثین واکابر علماء نے مسئلۂ مہدی پر ضمناً ومستقلاً شرح وبسط کے ساتھ مدلل کلام کیا ہے۔ جن میں سے بہت سی کتابوں کی نشاندہی خود علامہ ابن خلدون نے بھی مقدمہ میں کی ہے۔

اسی طرح علماء حدیث اور ماہرین نے اس مسئلہ سے متعلق ابن خلدون کے نظریہ کی پُرزور تردید کی ہے اور اصولِ محدثین کی روشنی میں علامہ ابن خلدون کے ظاہر کردہ اشکالات کو دور کر کے ظہورِ مہدی کی حقیت اور سچائی کو پورے طور پر واضح کر دیا ہے۔

علماء امت کی ان مساعیٔ جمیلہ کے باوجود ہر دور میں ایک ایسا طبقہ موجود رہا ہے جو علامہ ابن خلدون کے بیان کردہ اشکالات سے متاثر ہو کر ظہورِ مہدی کے بارے میں شکوک وشبہات میں مبتلا رہا۔ اس لیے علمائے دین بھی اپنے اپنے عہد میں حسبِ ضرورت تحریر وتقریر کے ذریعہ اس مسئلہ کی وضاحت کرتے رہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ نے بھی اسی مقصد کے تحت یہ زیرِ نظر رسالہ مرتب کیا تھا۔ چنانچہ اپنے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں:

انه قد جرى ببعض اندية العلم ذكر المهدي الموعود فانكر بعض الفضلاء الكاملين صحة الاحاديث الواردة فيه فاحببت ان اجمع الاحاديث

بعض اوقات آپ ﷺ کے تصرفات، ادب سکھانے کی حیثیت سے ہوا کرتے تھے، ان کا ''مقصد تشریع'' نہیں ہوتا تھا۔ لیکن اس طرح کے تصرفات میں بڑے احتیاط کے ساتھ، غور وفکر کے بعد کوئی پہلو معین کرنا چاہیے۔ اس طرح کے تصرفات میں، دھمکی دینے کے مقصد سے، مبالغہ شامل حال ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک فقیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ یہ طے کرنے کی کوشش کرے کہ کس تصرف کے ساتھ تشریع کا مقصد مناسب ہے اور کس تصرف کے ساتھ، بذاتِ خود تو دھمکی اور تہدید کا مقصد مناسب ہے گو کہ اس میں بھی تادیب کے ضمن میں ایک گونہ تشریع کا پہلو ہوتا ہے۔(۵۱) مقاصد الشریعہ حوالہ بالا۔

اس کی مثالیں: ۱- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

والذی نفسی بیده لقد هممت ان آمر بحطب فیحطب، ثم آمر بالصلاة فیؤذن لها، ثم آمر رجلا فیؤم الناس، ثم أخالف الی رجال فأحرق علیهم بیوتهم. والذی نفسی بیده لو یعلم احدهم انه یجد عظما سمینا او مر ماتین حسنتین لشهد العشاء

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں نے ارادہ کیا ہے کہ لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم دوں، اس کے لیے اذان ہو، پھر کسی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ پھر ایسے لوگوں کے پاس جاؤں (جو نماز باجماعت میں حاضر نہیں ہوتے) اور ان کے گھروں سمیت جلادوں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر یہ لوگ جان لیں کہ مسجد میں ایک اچھے قسم کی گوشت والی ہڈی مل جائے گی یا دو عمدہ کھر ہی مل جائیں گے تو یہ عشاء کی جماعت کے (مسجد میں) ضرور ضرور حاضر ہوجائیں۔''

ابن عاشور کہتے ہیں: ''بلاشبہ آپ ﷺ مسلمانوں کے گھروں کو اس وجہ سے جلانے والے تھے کہ وہ عشاء کی جماعت میں شریک نہیں ہوتے۔ البتہ آپ ﷺ نے یہ بات ادب سکھانے کے لیے، دھمکی آمیز انداز سے ذکر فرمائی۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بتادیا ہو کہ یہ لوگ منافق تھے۔ اور آپ کو اجازت دے دی تھی کہ اگر چاہیں تو ان کے گھروں کو جلادیں۔(۵۷)

۲- ابوشریح سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "والله لا یؤمن، والله لا یؤمن" ''وہ ایمان والا نہیں، وہ ایمان والا نہیں''۔ ہم نے عرض کیا: کون اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے فرمایا: "من لا یأمن جاره بوائقه"۔(۵۸) ''جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو''۔

اس حدیث کا مقصد، پڑوسی کے ساتھ بدسلوکی کی نزاکت کو بیان کرنا ہے، حتی کہ اس سے

ایمان سلب ہونے کا خدشہ ہے۔اوراس سے مراد ''ایمان کامل'' کی نفی ہے۔(۵۹)

ابن حجراس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں، اس شخص سے ایمان کی نفی کی گئی ہے، جواپنے پڑوسی کواپنے قول یافعل سے اذیت پہنچاتا ہے۔امام نووی نے اس طرح کے موقع پرایمان کی جونفی آئی ہے، اس کے دو جواب لکھے ہیں: (۱) یہ اس شخص کے بارے میں ہے جو پڑوسی کی ایذا رسانی کو جائز وحلال سمجھتا ہے۔(۲) مطلب یہ ہے کہ وہ مومن کامل نہیں۔اور جہاں جنت میں داخلہ کی نفی آئی ہے اس سے مراد: یہ ہے کہ مومنوں کو جنت میں داخل کیا جائے گا،تو یہ اول وہلہ میں جنت میں داخل نہ ہوگا۔اور ہوسکتا ہے کہ یہ زجر وتغلیظ کے طور پر ہو۔(۶۰)

(۱۲) غیرارشادی حیثیت:

''اس سے مراد وہ امور ہیں جن کا تعلق،تشریع،تدین،تہذیب نفس اور جماعت کے انتظامی امور سے نہیں؛ بلکہ یہ ایسے امور ہیں جن کا تعلق فطرت وجبلت اور مادی زندگی کے تقاضوں سے ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھریلو اموراور روزمرہ کی زندگی سے متعلق جوامورانجام دیتے تھے، ان کا مقصود نہ تو تشریع تھا اور نہ دوسروں کو اس پر عمل پیرا کرانا تھا۔اصول فقہ میں یہ بات آچکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال جن کا تعلق جبلت وفطرت سے ہے، امت اس پر عمل پیرا ہونے کی پابند نہیں۔ بلکہ ہر شخص اپنے حسب حال اس کوانجام دے۔جیسے کھانا پینے،لباس، لیٹنے، چلنے اور سواری وغیرہ۔خواہ یہ شرعی امور سے خارج ہوں جیسے: راستہ چلنا،سفر میں سواری کرنا؛ یا وہ امور شرعیہ میں داخل ہوں جیسے: حج میں اونٹ کی سواری۔

اس کی مثالیں: ۱- حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''محصب'' میں قیام فرمایا، وہاں ظہر،عصر،مغرب اور عشاء کی نماز ادا فرمائی، پھر تھوڑی دیر لیٹ گئے،اس کے بعد لوگوں کے ساتھ طوافِ وداع کے لیے مکہ مکرمہ واپس آئے۔

حضرت عبداللہ بن عمر اس کو تشریع کے باب سے مانتے تھے اور وہ پابندی کے ساتھ اس کو بجالاتے۔اس کے برعکس حضرت عائشہؓ اس کو تشریع کے باب سے نہیں مانتی تھیں، چناں چہ وہ کہتی تھیں ''انما کان منزل ینزله النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیکون اسمح لخروجه'' ''یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس لئے اترے کہ مدینہ نکلنے میں آسانی ہے۔''

حضرت ابن عباسؓ کی بھی یہی رائے تھی وہ کہتے تھے: لیس التحصب بشیء وانما ھو

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آپ ﷺ نے تمام ہی قسم کے معاملات میں اجتہاد و استنباط سے فیصلے کئے ہیں۔ البتہ آپ ﷺ کے اجتہاد اور امت کے مجتہدین کے اجتہادات میں آسمان وزمین کا فرق ہے۔ آپ کے اجتہاد میں ''ہدی ہی ہدی'' ہے۔

اگر آپ ﷺ کا اجتہاد مشیت الٰہی کے مطابق نہیں ہوتا تو ہر وقت وحی کے ذریعہ آپ ﷺ کو صحیح واقعہ کی رہنمائی کردی جاتی تھی؛ لیکن اتنا مسلّم ہے کہ آپ ﷺ نے حالات و واقعات میں اپنے اجتہاد و استنباط سے کام لیا ہے۔

آپ ﷺ کے اجتہادات کا حکم

آپ ﷺ نے جن مسائل میں اخذ و استنباط سے کام لیا ہے، تو کیا آپ ﷺ اپنے تمام اجتہاد میں درستگی ہی پر تھے یا آپ ﷺ سے خطاء و چوک بھی واقع ہوا ہے؟ جمہور محدثین کی یہی رائے ہے کہ آپ ﷺ اپنے اجتہادات میں معصوم عن الخطاء تھے، جبکہ احنافؒ کا اس سلسلے میں نقطۂ نظر یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اجتہادات میں خطاء بھی واقع ہوئی ہے۔ البتہ وحی کے ذریعہ اس کو منسوخ کرکے صحیح واقعہ کی رہنمائی فی الفور کردی جاتی تھی۔ دلائل کی روشنی میں احناف کا قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ آپ ﷺ کی جس اجتہادی غلطی پر خدا کی جانب سے تنبیہ کی گئی ہے، اس میں "عفا اللّٰہ عنك" کا لفظ استعمال ہوا ہے، لفظ ''عفو'' اسی وقت استعمال ہوسکتا ہے جبکہ اس سے پہلے ''خطا'' کو موجود مانا جائے۔

(۲) "لم اذنت لهم" میں استفہام انکاری ہے، جس سے پتہ چلتا ہے کہ منافقوں کو غزوۂ تبوک میں عدم شرکت کی اجازت دینا آپ ﷺ کی چوک تھی۔

(۳) حضرت قتادہ اور عمرو بن میمون فرماتے ہیں "اثنان فعلهما الرسول لم يؤمر بشيء منهما إذنه للمنافقين، واخذه الفداء في الأسرىٰ، فعاتبه اللّٰه كما تسمعون"(۲۹)

بہرحال آپ ﷺ کے اجتہادات میں خطاء کا واقع ہوجانا ممکن ہے، لیکن وحی کے ذریعہ اس کو منسوخ کردیا جاتا۔ آپ ﷺ کے خطاء اجتہادی کو برقرار نہیں رکھا جاتا تھا۔ (۳۰)

دورِ نبوی میں حضرات صحابہ کا اجتہاد

اجتہاد نبی ﷺ کی طرح یہ مسئلہ بھی انتہائی اہم ہے کہ آپ ﷺ کے رہتے ہوئے حضرات

اِزالۃ الاوہام

جلد ۲

متکلم اسلام، محقق مذاہب عالم، مجاہد حق حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی ردِ عیسائیت پر فارسی زبان میں سب سے پہلی نایاب کتاب جو موصوف نے ۱۲۶۹ھ ۱۸۴۸ء میں تصنیف کی جس میں عیسائیت کے بڑے اعتراضات کے الزامی تحقیقی، عقلی ونقلی، مکمل ومدلل، جامع ومسکت جوابات دیے گئے ہیں نیز مسئلہ تثلیث اور بشاراتِ محمدی ﷺ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔



تالیف

متکلم اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ

اردو ترجمہ وتقدیم شرح وتحقیق

مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی

تقریظ، پسند فرمودہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ دارالعلوم کراچی

باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر تھے انکا لقب ابوالانبیاء ہے۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے کلیم اور ایسے عظیم الشان پیغمبر ہیں کہ انکے متعلق آیا ہے:

''اور اس وقت سے اب تک بنی اسرائیل میں کوئی نبی موسیٰ کی مانند جس سے خداوند نے روبرو باتیں کیں نہیں اٹھا'' (استثناء باب ۳۴ آیت ۱۰) اِن دونوں بزرگوں کی فضیلت سب کے نزدیک مسلّم ہے۔ یہی حال حضرت یسعیاہ، حزقی ایل، دانیال وغیرہم علیہم السلام کا ہے کہ انکی پیغمبرانہ عظمت میں شبہ نہیں مگر انکی آمد سے پہلے کسی نے انکے آنے کی خبر نہیں دی۔

فائدہ دوم

بشارت کیلئے مفصل اور بالکل واضح ہونا ضروری نہیں

اگر کوئی سابقہ پیغمبر آنے والے نبی کے متعلق کوئی خبر اور پیشینگوئی کر بھی دے تو اس میں آنے والے نبی کے جملہ عادات وشمائل بیان نہیں کرتا تاکہ خواص وعوام کو کوئی اشتباہ باقی نہ رہے اور علامتِ مذکورہ کی بناء پر سب لوگ اسکو پہچان لیں۔ بلکہ اگر وہ یہ دعویٰ کرے کہ میں وہی نبی ہوں جسکی نبی سابق نے خبر دی اور وہ خود بھی اپنے ہم عصر یا بعد میں آنے والے نبی کی پیشینگوئی کرے تو عوام کا تو کیا ذکر خواص بھی اسکو جلدی سے نہیں پہچانتے۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی (۱) حاشیہ بیضاوی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

هذا فصل يحتاج الى مزيد شرح وهو انه يجب ان يتصور

(۱) انکا پورا نام قاضی عبدالحکیم بن شمس الدین محمد ہندی پنجابی سیالکوٹی ہے لاہور کے نواح میں سیالکوٹ شہر میں پیدائش وانتقال ہوا۔ مغلیہ دور کے بادشاہ شاہ جہان کا زمانہ پایا۔ اپنی زندگی تحصیل علم میں فنا کی اور کئی علوم پر بیش بہا کتب تصنیف فرمائیں۔ تفسیر بیضاوی پر انکا مفصل، علمی وتحقیقی حاشیہ ہے۔ ۱۶۵۶ء میں وفات ہوئی۔

فصل سوم (از باب چہارم)

اس فصل میں سرورِ کائنات ﷺ کی رسالت کو گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے صحائف سے ثابت کیا جائے گا۔ اس باب کی فصل اول میں آپ جان چکے ہیں کہ کسی سابق نبی کا آنے والے نبی کے متعلق پیشینگوئی کرنا خواہ وہ عظیم المرتبت ہو ضروری نہیں ہے اور پیشینگوئی کرنے کی صورت میں بھی سابق نبی آنے والے نبی کی علامات وشمائل اس طرح بیان نہیں فرماتا کہ محض ان علامات کو دیکھ کر ہر شخص انہیں پہچان لے اور حق بھی یہی ہے کیونکہ ان دو باتوں میں سے کوئی بات بھی ضروری ہوتی تو حضرت حزقی ایل، دانیال، یسعیاہ وغیرہم علیہم السلام کا ان کتابوں میں تذکرہ ہوتا جو ان سے پہلے تھیں اور تذکرہ ہونے کی صورت میں وہ علامات اس طرح وضاحت سے بیان کی جاتیں کہ اس آنے والے نبی کو خواص وعوام تک پہچان لیتے حالانکہ ان دو باتوں میں سے کوئی بات بھی ثابت نہیں جیسا کہ آپ تفصیلاً معلوم کر چکے ہیں اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ اس صورت میں آنے والے پیغمبر کو کسی معجزہ کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اور یہ تسلسل کو مستلزم ہے حالانکہ وہ دلائل قطعیہ سے باطل ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسیحیوں کا حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد کسی نبی کے انتظار نہ کرنے کا دعویٰ باطل اور نا قابلِ التفات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس طرح کی پیشینگوئیوں کا جو اسلوب بائبل میں پایا جاتا ہے اسکو دیکھا جائے تو حضرت محمد ﷺ کے متعلق عہد عتیق وجدید میں بکثرت پیشینگوئیاں موجود ہیں۔ ان پیشینگوئیوں کو میں نے اپنی کتاب

مُطالعۂ عیسائیت

ردِّ عیسائیت پر لکھی گئی اُردو زبان میں پہلی کتاب

کتاب الاستفسار

تألیف

مناظرِ اسلام حضرت مولانا سیّد آلِ حسن مُہانی (م ۱۲۸۷ھ)

مع مُقدّمہ

مناظرِ اسلام ڈاکٹر خالد محمود
ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمی، مانچسٹر

دارالمعارف
الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

لکھا ہے کہ یحیی نبی سے کوئی معجزہ نہیں ہوا. اور انجیل چہارم کے بارہویں باب کے ورس ۳۷ سی و ہفتم میں لکھا ہے کہ اگرچہ عیسیٰ نے بہت معجزے دکھلائے پر وہ ایمان نہیں لائے. اسی طرح ہمارے پیغمبر خدا پر جو اس زمانے کے لوگ سب کے سب ایمان نہ لائے تو اس سے معجزات کی نفی نہیں لازم آتی.

سولہواں استفسار

اکثر لوگوں کے رسالوں میں حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت یہ اعتراض لکھا دیکھا ہے کہ حضرت کا ذکر اگلے انبیاؤں نے نہیں کیا. سو پہلے میں پوچھتا ہوں کہ حضرت موسےٰ کا ذکر کس کتاب میں ہے جو اُن سے پہلے کی ہو. آپ ہی لوگوں کے اظہار سے ثابت ہے کہ موسےٰ سے پہلے کی کوئی کتاب دُنیا میں نہیں ہے. پھر یہ کہتا ہوں کہ دوسرے نبی کی نبوت کے ثبوت کے لیے پہلے نبی کا کہہ جانا کس برہانِ عقلی کی رو سے ضروری سمجھا جاتا ہے. اگر کوئی اس کی ضرورت کی دلیل ہو تو بیان کیجیے. بلکہ برہانِ تطبیق اس امکان کو باطل ٹھہراتی ہے. اس لیے کہ اس میں تسلسل لازم آتا ہے. بعد اس کے میں کہتا ہوں کہ پہلے نبی کو دوسرے نبی کی خبر دینا کس طرح سے چاہیے. آیا اس طرح کہ تمام خصوصیات دوسرے نبی کی بیان کرے جس طرح قبالجات وغیرہ اور چہرہ نویسی میں لوگوں کے لکھا جاتا ہے یا اس طرح کہ فہمیدہ آدمی اپنی الف اور عادت سے کنارے ہو کر جب غور کرے تو مطابق پاوے. پس اگر پہلی طرح کا خبر دینا مراد ہے تو ہمارا سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ وغیرہ انبیاء کے لیے ایسی خبریں اگر کہیں سے نکلتی ہوں تو ہمیں بتا دیجیے. اور اگر دوسری طرح کی خبر مراد ہے تو ہم سے لیجیے. مگر ان خبروں کے ذکر کرنے سے پہلے دو مطلبوں کا ذکر کرنا ضروری ہے.

پہلا مطلب اس بات کے بیان میں کہ ناموں کا ترجمہ کر ڈالنا اور اکثر جگہ کلمے بطور ترجمے یا تفسیر کے لاحق کر دینا اہل کتاب کی عادات سے ہے. از انجملہ کتاب پیدائش باب دوم ورس ۲۳ نسخہ ۱۸۱۱ء تسمی امراۃ لانہا من امرء اخذت. نسخہ ۱۸۲۵ء یہ اِشّاہ یعنی عورت کہلائے گی کیونکہ اِیش یعنی مرد سے نکلی ہے. دیکھو ایش اور اشاہ شاید عبری میں مرد اور عورت کو کہتے ہیں. پس ترجمے میں چاہیے تھا کہ صرف اس کا ترجمہ کرتے یا صرف اصل کو نقل کرتے نہ کہ اس لفظ کو نقل کیا اور اس کے ساتھ اس کی تفسیر اپنی طرف

کامل ہر سہ حصہ

ختم نبوت

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

احادیث مذکورۃ الصدر سے ختم نبوت کا ثبوت

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی محبت و شفقت جو امتِ مرحومہ کے ساتھ ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، اور پھر یہ بھی مسلّم ہے کہ زمانۂ ماضی و مستقبل کے جتنے علوم و حالات آپؐ کو عطا کئے گئے ہیں وہ نہ کسی نبی کو حاصل ہیں اور نہ کسی فرشتہ کو۔

ان دونوں باتوں کے سمجھنے کے بعد یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ آپؐ نے اپنی امت کے لئے دین کے راستہ کو ایسا ہموار اور صاف بنا کر چھوڑا کہ جس میں دن اور رات برابر ہو اس پر چلنے والے کو ٹھوکر لگنے یا راستہ بھولنے کا اندیشہ نہ ہے اس میں جتنے خطرات اور مہالک کے مواقع ہونگے وہ سب آپؐ نے ان کو بتلا دیئے ہونگے، نیز اس راہ کے ایسے ایسے نشانات ان کو بتلائے ہونگے کہ جو تمام راہیں ان کی رہبری کرتے ہیں۔

چنانچہ جب ہم حدیثِ نبویؐ کے دفتر پر نظر ڈالتے ہیں تو ثابت ہو جاتا ہے کہ آپؐ نے ان امور میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا، آپؐ کے بعد جتنے آدمی قابلِ اقتدار رہنمائی پیدا ہونے والے تھے آپؐ نے اکثر کے نام لے لے کر بتلا دیا، اور امت کو ان کی پیروی کی ہدایت فرمائی، جن میں سے "مشتے نمونہ از خروارے" چند احادیث اوپر ذکر کی گئی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی شفقت اور مربیانہ تعلیم اور پھر احادیث مذکورۂ بالا کو دیکھتے ہوئے ایک مسلمان بلکہ ایک منصف مزاج انسان یہ یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپؐ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی (اگرچہ وہ بقول مرزا ظلی یا بروزی رنگ میں سہی) اس عالم میں پیدا نہیں ہو سکتا، ورنہ لازمی تھا کہ آپؐ ان سب سے پہلے اور سب سے زیادہ اس نبی کا ذکر فرماتے، کیونکہ ان سب کا اتباع امت کی نجات کا مدار نہیں، اور نبی خواہ کسی قسم کا ہو جب کسی امت میں بھیجا جائے تو اس کی پیروی اس امت کے لئے مدارِ نجات ہو جاتی ہے، بغیر اس کی پیروی کے ان کے سارے عمل حبط سمجھے جاتے ہیں۔

مگر عجب تماشہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو خلفائے راشدین کے اقتدار کا حکم فرماتے ہیں، ائمۂ دین اور امراء کی اطاعت کی تعلیم دیتے ہیں، بلکہ ایک حبشی غلام کی بھی (جب کہ وہ امیر بن جائے) اطاعت امت پر واجب قرار دیتے ہیں، مواقع اشتباہ و اختلاف میں اہلِ علم و اجتہاد کی تقلید کی تاکید کرتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسرؓ کی اقتدار کی دعوت دیتے ہیں، حضرت زبیرؓ، ابو عبیدۃ بن الجراحؓ،

معاذ بن جبلؓ، عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ صحابۂ کرام کے نام لے لیکر انہیں واجب التکریم اور قابلِ اقتدار فرماتے ہیں، اویس قرنیؒ کے آنے کی خبر اور ان سے استغفار کرانے کی تعلیم دیتے ہیں، مجددینِ امت کا ہر صدی پر آنا، ابدال کا ملکِ شام میں پیدا ہونا، اور ان کا مستجاب الدعوات ہونا وغیرہ وغیرہ مفصل بیان فرماتے ہیں۔

لیکن ایک حدیث میں بھی یہ بیان نہیں فرماتے کہ ہمارے بعد فلاں نبی پیدا ہوگا تم اس پر ایمان لانا اور اس کی اطاعت کرنا، حالانکہ ایک رؤف و رحیم نبی کا پہلا فرض یہ تھا کہ وہ آنے والے نبی کے مفصل حالات سے اپنی امت کو خوب واقف کرادے، اس کا نام، مقام، پیدائش، تاریخ، حلیہ، والدین کا نام وغیرہ بتلادے، تاکہ ان کو آنے والے نبی کی پہچان میں کوئی اشتباہ باقی نہ رہے۔

اگر پہلو میں دل اور دل میں ایمان یا انصاف کا کوئی ذرہ بھی ہے تو تمام احادیثِ سابقہ کو چھوڑ کر صرف یہی احادیث ایک انسان کو اس پر مجبور کرنے کے لئے کافی ہیں کہ آپؐ کے بعد تاقیامت **کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔**

یہ دو سو دس احادیث نبویہ ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ختمِ نبوت کا قطعی اعلان فرما کر ہر قسم کی تاویل اور تخصیص کا راستہ بند کر دیا ہے!

جس کے آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔ ان فی ذٰلک لعبرۃ لمن کان له قلب او القی السمع وھو شھید وصلوات اللہ البر الرحیم والملائکۃ المقربین والنبیین والشھداء والصدیقین والصالحین، وما سبح لك من شیء یارب العالمین علیٰ سیدنا محمد بن عبد اللہ سید المرسلین وامام المتقین و خاتم النبیین رسول رب العالمین الشاھد البشیر الداعی الیك باذنك المنیر وعلیه السلام

(رواہ عیاض فی الشفاء عن علیؓ)

ختم النبوۃ ـــــ حصہ دوم

تمام شد

تقلید کی شرعی حیثیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

مکتبہ دار العلوم کراچی

"آج کے بعد جس شخص کو قضاء کا معاملہ پیش آئے اسے چاہئے کہ وہ کتاب اللہ سے فیصلہ کرے، پھر اگر اس کے سامنے کوئی ایسا معاملہ آجائے جو کتاب اللہ میں نہیں ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فیصلہ کیا ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے، پھر اگر کوئی ایسا معاملہ آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ ہو تو صالحین نے جو فیصلہ کیا ہو اس کے مطابق فیصلہ کرے، اور اگر ایسا معاملہ پیش آجائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کوئی فیصلہ کیا ہو، اور نہ صالحین نے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔"

اس روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے چار درجے بیان فرمائے ہیں، پہلے قرآن کریم، پھر سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر صالحین کے فیصلے، پھر اجتہاد و قیاس، یہاں جو بات بطورِ خاص قابلِ غور ہے وہ یہ ہے کہ اس بات میں کسی بھی ہوش مند کو اختلاف نہیں ہوسکتا، کہ پہلے کتاب اللہ اور پھر سنت کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کتاب اللہ کی طرف رجوع کرتے ہوئے سنت سے بالکل قطع نظر کرلی جائے، یعنی کتاب اللہ کا مفہوم صرف اپنی رائے سے معین کیا جائے، اور اگر سنت اس مفہوم کے خلاف نظر آئے تو اُسے چھوڑ دیا جائے، بلکہ باتفاقِ علماء اس کا مطلب یہ ہے کہ کتاب اللہ کی تفسیر میں سنت سے کام لیا جائے گا، اور کتاب اللہ کی تشریح سنت کی روشنی میں کی جائیگی، ورنہ کہا جاسکتا ہے کہ زانی کا حکم قرآن میں موجود ہے کہ اس کو سو کوڑے لگائے جائیں، لہٰذا سنت کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں، اور رجم کا حکم (معاذ اللہ) کتاب اللہ

لہ سنن النسائی ج ۲، ص ۳۰۵ کتاب ادب الاقضیہ، الحکم باتفاق اھل العلم وسنن الدارمی ج ۱ ص ۵۴ مقدمہ، باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ،

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ٹائیٹل بار اول

(حقوق محفوظ)

جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

آنانکہ بر دعاوئ ما حملہا کنند	وز راہِ جہل عربدہا برملا کنند
گر یک غلط کنند درین نسخۂ کتاب	ہست این یقین کہ ترکِ عناد و ابا کنند
باور نمی کنم کہ نیایند عذرخواہ	وین امر دیگر است کہ ترکِ حیا کنند

براہین احمدیہ

حصہ پنجم (۵)

ملقب

بالبراہین الاحمدیہ علی حقیقۃ کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ

از تازہ تفضلات حضرت معبود و باقیات الصالحات حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعودؑ

انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پرائٹر
کے اہتمام سے چھپکر ۱۵- اکتوبر ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی-

تعداد جلد ۱۶۰۰ قیمت فی جلد ۱۲ر

یہ ضمیر پھرتی تو دوسری قراءت میں موتھم کیوں ہوتا؟ دیکھو تفسیر ثنائی کہ اس میں بڑے زور سے ہمارے اس بیان کی تصدیق موجود ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی معنے ہیں مگر صاحب تفسیر لکھتا ہے کہ ’’ابوہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابوہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا۔ اور میں کہتا ہوں کہ اگر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنے کئے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ اور کئی مقام میں محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور درایت کے متعلق ہیں اکثر ابوہریرہؓ اُن کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے۔ یہ مسلّم امر ہے کہ ایک صحابی کی رائے شرعی حجت نہیں ہوسکتی۔ شرعی حجت صرف اجماع صحابہؓ ہے۔ سو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس بات پر اجماع صحابہ ہو چکا ہے کہ تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں۔

اور یاد رکھنا چاہیئے کہ جبکہ آیت **قبل موتہٖ** کی دوسری قراءت **قبل موتھم** موجود ہے، جو بموجب اصول محدثین کے حکم صحیح حدیث کا رکھتی ہے یعنی ایسی حدیث جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اس صورت میں محض ابوہریرہ کا اپنا قول رد کرنے کے لائق ہے کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مقابل پر ہیچ اور لغو ہے اور اُس پر اصرار کرنا کفر تک پہنچا سکتا ہے۔ اور پھر صرف اسی قدر نہیں بلکہ ابوہریرہ کے قول سے قرآن شریف کا باطل ہونا لازم آتا ہے کیونکہ قرآن شریف تو جابجا فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ قیامت تک رہیں گے ان کا بکلی استیصال نہیں ہوگا۔ اور ابوہریرہ کہتا ہے کہ یہود کا استیصال بکلی ہو جائے گا اور یہ سراسر مخالف قرآن شریف ہے۔ جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہیئے کہ ابوہریرہ کے قول کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دے بلکہ چونکہ قراءت ثانی حسب اصول محدثین حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے اور اس جگہ آیت **قبل موتہٖ** کی دوسری قراءت **قبل موتھم** موجود ہے جس کو حدیث صحیح سمجھنا چاہیئے۔ اس صورت میں ابوہریرہ کا قول قرآن اور حدیث دونوں کے مخالف ہے۔ ﴿۲۳۵﴾

فلا شکّ انّه باطل و من تبعه فانّه مفسد بطّال ۔

کلمۃ

تمّت

بموقع: تحفظ سنت کانفرنس

زیر اہتمام: جمعیت علماء ہند

صحابۂ کرام رض کے بارے میں غیر مقلدین

کا

نقطۂ نظر

از

مولانا محمد ابوبکر غازیپوری

شائع کردہ

جمعیۃ علماء ہند

۱- بہادر شاہ ظفر مارگ نئی دہلی ۲ ۱۱۰۰۰۲ (انڈیا)

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقلید کا مطلب ہے کہ اکابر امت میں سے وہ حضرات جن کو اللہ نے اپنے دین کی خصوصی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ اور کتاب و سنت کے علوم کے وہ ماہر اور اس میں گہری نگاہ رکھنے والے ہیں، ان پر اعتماد کیا جائے اور دین کے سلسلہ میں ان کی رہنمائی کو قبول کیا جائے، گویا تقلید میں پہلی چیز اسلاف امت پر اعتماد ہے، اب ظاہر بات ہے کہ عدم تقلید کا مفہوم اس کے برعکس ہوگا۔ یعنی عدم تقلید کی پہلی بنیاد یہ ہے کہ اسلاف امت پر اعتماد نہ ہو، یعنی مقلد وہ ہوا جو دین و شریعت کے بارے میں صحابہ کرامؓ ائمہ دین اور دیگر اسلاف امت پر اعتماد کرتا ہو، اور غیر مقلد وہ ہوتا ہے جو دین کے معاملہ میں اسلاف کو ناقابل اعتماد قرار دیتا ہو۔

جب عدم تقلید کا خاصہ اور اس کی بنیاد یہی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہے اور یہی ہونا چاہئے کہ غیر مقلدین کا قلم آزاد ہوگیا۔ اسلاف امت پر ان کا نقد حدود سے تجاوز کر گیا، ائمہ دین اور فقہائے امت اور اولیاء اللہ کی ذات کو مجروح کرتے کرتے صحابہ کرامؓ کی قدسی جماعت بھی ان کی زد پر آگئی۔

جن صحابہ کرامؓ کی محبت کو ایمان کا تقاضا حدیث میں قرار دیا گیا اور ان کی عداوت و دشمنی کو اللہ اور اس کے رسول کی عداوت و دشمنی قرار دیا گیا، ان صحابہ کرام پر غیر مقلد علماء اور اہل قلم نے نقد و جرح کی باڑھیں تان دیں۔ اور انھوں نے صحابہ کرام کو عام امتی کی صف میں کھڑا کر دیا، اور صاف صاف

اعلان کر دیا کہ صحابہ کرام کا نہ قول حجت، نہ فعل حجت، نہ فہم حجت، نہ رائے حجت حتی کہ خلفائے راشدین کی جاری کردہ سنت کو بھی جس کو لازم پکڑنے کا حدیث شریف میں حکم تھا، انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، بلکہ ان کے بارے میں انکا نقد و جرح اتنا بڑھ گیا کہ صحابہ کرام کو حتی کہ خلفاء راشدین تک کو حرام و معصیت اور بدعت کا مرتکب قرار دیا، یعنی جو بات ہم شیعہ کے بارے میں جانتے تھے، غیر مقلدین کے نظریات سے واقف ہونے کے بعد ہمیں معلوم ہوا کہ غیر مقلدین اور شیعوں کا نظریہ صحابہ کرام کے بارے میں بہت حد تک یکساں ہے۔

اس مختصر سے رسالہ میں ہم نے صحابہ کرام کے بارے میں غیر مقلدین کا نقطۂ نظر ان کی معتمد اور ان کے اکابر اور ان کے محققین علماء کی کتابوں سے پیش کیا ہے۔

ہماری قارئین سے مخلصانہ گذارش ہے کہ اس کو سنجیدگی سے اور خالی الذھن ہو کر پڑھیں تاکہ فیصلہ کرنا آسان ہو جائے کہ کیا مسلمانوں میں سے وہ فرقہ اور جماعت جس کا صحابہ کرام کے بارے میں عقیدہ اور نقطۂ نظریہ ہو اس کا اہلسنت والجماعت سے کسی طرح کا تعلق ہو سکتا ہے، اور اس کو فرقہ ناجیہ میں سے شمار کرنا درست ہے؟

ہم نے پوری کوشش کی ہے کہ کتابوں کے حوالوں میں کسی طرح کی قطع و برید نہ ہو اور حوالے پورے ہوں تاکہ ان کی طرف رجوع کرنا آسان ہو، مگر پھر بھی از راہ بشریت کوتاہی اور کمی ہو سکتی ہے۔ براہ کرم اگر کسی صاحب کو اس قسم کی کوتاہیوں پر اطلاع ہو جائے تو کاتب سطور کو اطلاع کر دیں تاکہ آئندہ اس کا تدارک ہو سکے۔

محمد ابو بکر غازی پوری

صحابہ کرامؓ

کے بارے میں

علماء حنفیہ کی زبان درازیاں

ترتیب

صاحبزادہ الطاف الرحمان الجوہر

المرکز الامام البخاری للتربیتہ والتعلیم

ملتان خورد، تلہ گنگ، چکوال

Islamic Research Centre Rawalpindi PK 051-4830386,0301-5615881

کے ساتھ ''عقیدت ومحبت'' کا انوکھا وزہریلا أنداز سمجھ آجائے۔ اللہ رب العزت سے دُعا ہے کہ ہم سب کو صحابۂ کرام کی مقدس ذوات کے ساتھ والہانہ عقیدت کی توفیق عنایت فرمائے (آمین)

وما توفيقى الا بالله عليه توكلت واليه أنيب.

الطاف الرحمن الجوهر

سکنہ ملتان خورد تحصیل تلہ گنگ ضلع چکوال

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور احناف

انتہائی اختصار کے ساتھ آج تک علماء حنفیہ نے صحابہ کرامؓ کے خلاف جو کچھ نازیبا اور گستاخانہ الفاظ استعمال کیئے ہیں اور یہ الفاظ کی حد تک نہیں بلکہ انہی اصطلاحات پر اپنے قوائد وعقائد کی بنیاد بھی ڈالی ہے۔ بیان کرنا اپنا فریضہ ہی نہیں بلکہ اسکی نقاب کشائی صحابۂ کرام سے عین محبت کی دلیل سمجھتا ہوں تاکہ عوام الناس کا عقیدہ ان مقلدین کے غلط نظریات اور تقلیدی افکار سے محفوظ رہے۔ ذیل کی سطور میں اس کی کچھ مثالیں عرض کی جاتی ہیں تاکہ بات عیاں ہوجائے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی:

علماء حنفیہ سیدنا ابوہریرہؓ کے بارہ میں جو الفاظ اپنی کتابوں میں رقم کرتے ہیں اُس کی تفصیل درج ذیل ہے:

((أبو هريرةؓ وان كان معروفاً بالعدالة والضبط ولكن لم يكن فقيهاً ولا مجتهداً))

''سیدنا ابوہریرہؓ اگرچہ عادل وضابط تھے لیکن فقیہ اور مجتھد نہ تھے۔''[1]

---

[1] (ابو صالح منصور بن إسحاق السجستانی (المتوفی: ۲۹۹ھ) نے اپنی کتاب (الغنیة فی الأصول ص:۱۲۰) میں، مولانا احمد بن علی أبو بکر الجصاص (المتوفی: ۳۷۰ ھ) نے اپنی کتاب (الفصول فی الأصول: ۱۳۶/۳) میں ،احمد بن محمد بن اسحاق ابو علی الشاشی (المتوفی:۳٤٤ھ) نے اپنی کتاب (اصول الشاشی ص: ۲۷۵) میں، مولانا القاضی عبیدالله بن عمر أبو زیدالدبوسی حنفی (المتوفی: ٤۳۰ھ) نے اپنی کتاب (تقویم الأدلة ص: ۱۸۰) ⇦⇦⇦

بلکہ بڑے واضح الفاظ میں نقل کرتے ہوئے حنفی حضرات کہتے ہیں کہ ان کی جو روایات قیاس (حنفی) کے خلاف ہوں گی ان کو متروک و مردود ٹھہرایا جائے گا جیسا کہ مولانا عبدالعزیز البخاری الحنفی ،نسفی حنفی ،کاکی حنفی وغیرہ اپنی اپنی کتب میں رقمطراز ہیں:

((انما یقبل مالا یخالف القیاس فامّا خالفه فالقیاس مقدم

(بقیہ سابقہ صفحہ) میں، مولانا جلال الدین عمر بن محمد الخبازی (المتوفی :٦٩١ھ) نے اپنی کتاب (المغنی فی الأصول ص: ٢٠٧) میں، مولانا ابولبرکات حافظ الدین النسفی (المتوفی: ٧١٠ھ) نے اپنی کتاب (کشف الاسرار :٢٦/٢) میں، مولانا محمد بن محمد بن احمد الکاکی (المتوفی: ٧٤٩ھ) نے اپنی کتاب (جامع الأسرار فی شرح المنار: ٦٦٨/٣) میں، زین الدین محمد بن عبد الواحد المعروف بابن نجیم (المتوفی: ٨٦١ھ) نے اپنی کتاب (فتح الغفار: ١٨٠/٢) میں، مولانا یوسف بن حسین الکراماستی (المتوفی :٩٠٧ ھ) نے اپنی کتاب (الوجیز فی أصول الفقه ص:١٥١) میں، مولانا حسام الدین محمد بن عمر الحسامی (المتوفی: ٦٤٤ھ) نے (الحسامی مع شرحه العجیب المسمی بالنامی اَز ابو محمد عبدالحق ص :١٤٨) میں، مولانا حسین بن علی السغناقی (المتوفی : ٧١٠ھ) نے (الوافی شرح الحسامی :١٧١) میں، محمد بن حمزه الفناری نے اپنی کتاب (فصول البدائع ٢٢٣/٢) میں، مولانا علاء الدین الحصکفی (المتوفی :١٠٨٨ھ) نے اپنی شرح (افاضة الأنوار علی أصول المنار :١٩٥) میں ، ملا جیون (المتوفی : ١١٣٠) نے اپنی شرح (نور الأنوار ص :١٧٩) میں ، مولانا خلیل احمد سهارنپوری (المتوفی : ١١٤٧ھ) نے اپنی شرح (بذل المجهود شرح ابی داؤد :١٦/١) میں مولانا محمود الحسن دیوبندی نے (تقریر ترمذی ص:٣٦) میں اور (الشافی مع اصول الشاشی ص:٢٢٢) میں نقل فرمایا ہے۔

علیه))[1]

’’کہ ان کی روایات اس وقت تک مقبول ہیں جب تک قیاس کے مخالف نہیں ہیں ۔اگر قیاس کے مخالف آ جائیں تو قیاس حنفی کو مقدم کیا جائے گا۔‘‘

حالانکہ اگر دقیق نظری سے مطالعہ کیا جائے تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ صحابہؓ کے دورِ زریں میں افتاء کے منصب عظیم پر فائز تھے ۔جیسا کہ مولانا عبدالعزیز البخاری الحنفی نقل فرماتے ہیں:

((وقد کان یفتی فی زمان الصحابة وماکان یفتی فی ذلك الزمان الافقیه مجتهد))[2]

’’کہ صحابہ کرامؓ کے دور میں ایک غیر فقیہ اور غیر مجتہد شخص کسی طرح فتویٰ صادر نہ کرسکتا تھا۔‘‘

پھر صحابہ کرامؓ میں سے اگر کسی کو حفظ حدیث میں تقدیم کا اعزاز حاصل ہے تو یہی سیدنا ابو ہریرہؓ ہیں جیسا کہ امام سیوطیؒ اور بقیی بن مخلدؒ نے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔کہ آپ کو ۵۳۷۴ احادیث حفظ تھیں۔[3]

حدیث رسول اللہ ﷺ کے اس مکتبہ عظیمہ میں صرف ایک کلمہ ’’غیر فقیہ‘‘ کہہ کر تشکیک پیدا کرنا نہ صرف مسلکی تعصب اور اصحاب رسول ﷺ کی گستاخی کا منہ بولتا ثبوت ہے بلکہ بالواسطہ اللہ اور اس کے رسول سے کھلم کھلا اعلان جنگ کے مترادف بھی ہے۔

---

[1] کشف الاسرار: ٣٧١/٢) و (کشف الاسرار از نسفی ٢٦/٢) و (جامع الاسرار ٦٦٨/٣.
[2] کشف الاسرار علی أصول فخر الاسلام البزدوی : ٣٨٣/٢.
[3] تدریب الراوی : ٢١٧/٢ ومسند بقیی بن مخلدالقرطبی: ٧٩

فیضِ سُبحانی

شرحِ اُردُو

حُسامی

تالیف
حضرت مولانا جمیل احمد صاحب سکروڈوی
اُستاذِ حدیث و تفسیر دارالعلوم، دیوبند

المیزان

کوئی حدیث مقبول نہ ہوگی۔

وَاِذَا ثَبَتَ اَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ حُجَّةٌ قُلْنَا اِنْ كَانَ الرَّاوِيْ مَعْرُوْفًا بِالْفِقْهِ وَالتَّقَدُّمِ فِي الْاِجْتِهَادِ كَالْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ وَ الْعَبَادِلَةِ الثَّلٰثَةِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَاَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيْ وَعَائِشَةَ رِضْوَانُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ وَغَيْرِهِمْ مِمَّنْ اِشْتَهَرَ بِالْفِقْهِ وَالنَّظْرِ كَانَ حَدِيْثُهُمْ حُجَّةً يُتْرَكُ بِهِ الْقِيَاسُ

ترجمہ :- اور جب ثابت ہوگیا کہ خبر واحد حجت ہے تو ہم نے کہا اگر راوی فقہ کے ساتھ مشہور ہو اور اجتہاد کی وجہ سے اسکو تقدم حاصل ہو جیسے خلفاء راشدین، عمین عبداللہ، زید بن ثابت، معاذ بن جبل، ابوموسیٰ اشعری اور عائشہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کے علاوہ ان حضرات میں سے جو فقہ اور نظر کے ساتھ مشہور ہو گئے تو ان کی حدیث حجت ہوگی۔ اس کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائے گا۔

تشریح :- جب مصنف رح قلتِ رواۃ اور کثرت رواۃ، اتصال سند اور انفصال سند کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم سے فارغ ہو چکے تو اب راوی کے حال کے اعتبار سے تقسیم کرنا چاہتے ہیں کہ راوی معروف ہے یا مجہول اگر معروف ہے تو معروف بالفقہ ہے یا معروف بالعدالت ہے۔ اور اگر مجہول ہے تو اس کی پانچ قسمیں ہیں جن کا بیان آگے آرہا ہے۔ بہر حال اگر راوی یعنی صحابی فقہ میں مشہور ہو اور اجتہاد کی وجہ سے اس کو دوسرے حضرات صحابہ پر تقدم حاصل ہو اور ان کے علاوہ جو فقہ اور نظر و فکر میں مشہور ہو گئے ہوں جیسے ابی بن کعب اور ابو الدرداء، تو قیاس کے مخالف ہونے کی صورت میں اسکی خبر واحد حجت ہوگی اور قیاس متروک ہوگا۔ حضرت امام مالک رح فرماتے ہیں کہ اس صورت میں خبر واحد پر قیاس مقدم ہوگا یعنی قیاس پر عمل کیا جائے گا اور اس کے مخالف خبر واحد متروک ہوگی جیسا کہ ابو داؤد اور ترمذی میں ابوہریرہ رض سے حدیث مرفوع مروی ہے "من غسّل المیّت فلیغتسل ومن حملہ فلیتوضأ۔ اگر کسی نے میت کو غسل دیا تو وہ خود بھی غسل کرے اور جس نے میت کو اٹھایا وہ وضو کرے۔ اس خبر واحد سے ثابت ہوتا ہے کہ میت کو غسل دینے کی وجہ سے غسل دینے والے پر غسل واجب ہو جاتا ہے اور جنازہ اٹھانے کی وجہ سے اٹھانے والے پر وضو واجب ہو جاتا ہے حالانکہ قیاس اس کے خلاف ہے اور اس مسئلہ میں سب کے نزدیک قیاس پر عمل ہے اور حدیث ابوہریرہ متروک ہے۔ ہماری طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے قیاس پر اس خبر واحد کو ترجیح دی ہے۔ جس کا راوی معروف بالفقہ ہو اور اجتہاد کی وجہ سے اسکو دوسروں پر تقدم حاصل ہو اور رہے ابوہریرہ تو ان کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے لہٰذا ان کی روایت کردہ خبر واحد کو قیاس پر تقدم حاصل نہ ہوگا بلکہ ہمارے نزدیک بھی قیاس کے مقابلہ میں اس طرح کی خبر واحد کو ترک کر دیا جائے گا اور قیاس پر عمل ہوگا۔

حضرت امام مالک رح اپنے مذہب کے اثبات میں یہ دلیل دیتے ہیں کہ خبر واحد میں شبہات زیادہ ہیں کیونکہ خبر واحد میں یہ بھی احتمال

تشریح :- مصنف رہ کہتے ہیں کہ اگر راوی عدالت، حفظ اور ضبط میں معروف و مشہور ہو لیکن فقہ میں مشہور نہ ہو جیسے حضرت ابوہریرہ رض اور حضرت انس رض۔ تو اگر اس طرح کے راوی کی حدیث قیاس کے موافق ہو تو اس حدیث پر عمل کیا جائے گا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب حدیث پر عمل ہوگا تو قیاس پر بھی عمل ہوگا اور اگر اس طرح کے راوی کی حدیث قیاس کے مخالف ہوئی تو اس غیر فقیہ راوی کی حدیث کو ضرورت کی وجہ سے ترک کر دیا جائے گا اور قیاس پر عمل کیا جائیگا عبارت میں انسداد باب الرائی، ضرورت کا عطف تفسیری ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر مخالفتِ قیاس کے باوجود غیر فقیہ کی حدیث پر عمل کیا گیا تو قیاس کا دروازہ من کل وجہ بند ہو جائے گا حالانکہ باری تعالیٰ نے فاعتبروا یا اولی الابصار کے ذریعہ قیاس کا امر فرمایا ہے۔ اور راوی غیر فقیہ ہے اور حدیث بالعموم بالمعنی نقل کی جاتی ہے نہ کہ باللفظ پس اس بات کا قوی امکان ہے کہ اس غیر فقیہ راوی نے اس حدیث کو نقل کرنے میں غلطی کی ہو اور اس نے آنحضورم کی مراد کو نہ سمجھا ہو اور جب ایسا ہے تو اس کے قول پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے اور اس کے قول کی وجہ سے قیاس کو کیسے ترک کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال اس ضرورت کے پیش نظر ہم غیر فقیہ کی حدیث کو ترک کر دیتے ہیں اور قیاس پر عمل کرتے ہیں یہ خیال رہے کہ قیاس کے مقابلہ میں غیر فقیہ کی حدیث کو اسوقت ترک کیا جائیگا جبکہ حدیث پر عمل کرنے سے مذکورہ ضرورت فوت ہو جاتی ہو یعنی قیاس کا دروازہ بالکلیہ بند ہو جاتا ہو لیکن اگر حدیث پر عمل کرنے سے یہ ضرورت فوت نہ ہوتی ہو یعنی قیاس کا دروازہ بالکلیہ بند نہ ہوتا ہو تو اس صورت میں حدیث ہی پر عمل ہوگا اور یہ حدیث جس قیاس کے مخالف ہے وہ قیاس متروک ہوگا مثلاً غیر فقیہ کی حدیث ایک قیاس کے مخالف ہو اور دوسرے قیاس کے موافق ہو تو اس حدیث کو ترک نہیں کیا جائے گا۔ غیر فقیہ کی حدیث کو صرف اس صورت میں ترک کیا جائے گا جب وہ حدیث تمام قیاسات کے مخالف ہو اور یہاں انسداد باب الرائی سے یہی صورت مراد ہے غیر فقیہ کی حدیث جو تمام قیاسات کے مخالف ہے اس کی مثال وہ حدیث ابوہریرہ ہے جو مصرات کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے الفاظ حدیث یہ ہیں :-

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُصَرُّوا الْاِبِلَ وَالْغَنَمَ فَمَنِ ابْتَاعَہَا بَعْدَ ذٰلِکَ فَہُوَ بِخَیْرِ النَّظَرَیْنِ بَعْدَ اَنْ یَحْلُبَہَا اِنْ رَضِیَہَا اَمْسَکَہَا وَاِنْ سَخِطَہَا رَدَّہَا وَصَاعًا مِنْ تَمْرٍ۔ رواہ مسلم، ابوداؤد)

تصریہ کہتے ہیں جانور کے تھن میں دودھ جمع کرنا۔ جو لوگ جانوروں کی خرید و فروخت کرتے ہیں وہ اپنے مشتری کو دھوکہ دینے کے لئے اور زیادہ دودھ والا جانور باور کرانے کے لئے یہ کرتے ہیں کہ بازار لے جانے سے ایک دو روز پہلے سے اس جانور کا دودھ نہیں نکالتے بلکہ اس کے تھنوں کو باندھ دیتے ہیں تاکہ مشتری جب نمونے کا دودھ نکال کر دیکھے تو وہ جانور زیادہ دودھ دے اور اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت لگانے پر مجبور ہو لیکن دو چار روز بعد وہ جانور اپنی اصل حالت پر آ جائے گا اور اس مقدار میں دودھ نہ دے گا جس مقدار میں پہلے روز دیا تھا۔ اب حدیث کا ترجمہ یہ ہوگا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اونٹنی اور بکری کے تھنوں میں دودھ جمع نہ کرو۔ جس نے تصریہ کے بعد خریدا تو اس کو دوہنے کے بعد مشتری کو اختیار ہوگا اگر پسند آ جائے تو جانور کو اپنے پاس روک لے اور اگر پسند نہ آئے تو اس جانور کو واپس کر دے اور (نکالے ہوئے دودھ کے بدلے میں) ایک صاع تمر دیدے۔ یہ حدیث من کل وجہ قیاس کے

الحمد للہ والمنت کہ بتائید و توفیق آن نعم المولیٰ و نعم النصیر و عنایات

آن ذات جلیل و عظیم و کبیر حصہ اولیٰ کتاب لاجواب موسوم بہ

آئینہ کمالات اسلام

جسکا دوسرا نام دافع الوساوس بھی ہے

بماہ فروری سنہ ۱۸۹۳ء

مطبع ریاض ہند قادیان مین باہتمام شیخ نور احمد مہتمم

و مالک مطبع طبع ہو کر شایع ہوا

﴿۴۴﴾ کو صاف اور کھلے طور پر گالیاں دیتے ہیں اور مسیح کو آسمان کا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کا قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف یہ علماء اس نازک زمانہ میں ان کو مدد دے رہے ہیں اور عیسائیوں کے مشرکانہ خیالات کو تسلیم کر کے اور بھی ان کے دعوے کو فروغ دے رہے ہیں۔

کاش یہ لوگ ایک منٹ کیلئے اپنے تعصبوں سے خالی ہوکر ذرہ سوچتے کہ شرک کیا چیز ہے اور اس کی کیا حقیقت ہے اور اس کی مبادی اور مقدّمات کیا ہیں۔ تا ان پر جلد کھل جاتا کہ خدا تعالیٰ کی ذات یا صفات یا اقوال و افعال یا اس کے استحقاق معبودیت میں کسی دوسرے کو شریکانہ دخل دینا گو مساوی طور پر یا کچھ کم درجہ پر ہو **یہی شرک** ہے جو کبھی بخشا نہیں جائے گا۔

اور اس کے مقدمات جن سے یہ پیدا ہوتا ہے یہ ہیں کہ کسی بشر میں کوئی ایسی خصوصیت اس کی ذات یا صفات یا افعال کے متعلق قائم کردی جاوے جو اس کے بنی نوع میں ہرگز نہ پائی جائے نہ بطور ظلّ اور نہ بطور اصل۔ اب اگر ہم ایک خاص فرد انسان کیلئے یہ تجویز کر لیں کہ گویا وہ اپنی فطرت یا لوازم حیات میں تمام بنی نوع سے متفرد اور مستثنٰی اور بشریت کے عام خواص سے کوئی ایسی زائد خصوصیت اپنے اندر رکھتا ہے جس میں کسی دوسرے کو کچھ حصہ نہیں تو ہم اس بے جا اعتقاد سے ایک تو دہ شرک کا اسلام کی راہ میں رکھ دیں گے قرآن کریم کی صاف تعلیم یہ ہے کہ وہ خداوند وحید وحمید جو بالذات توحید کو چاہتا ہے۔ اس نے اپنی مخلوق کو متشارک الصفات رکھا ہے اور بعض کو بعض کا مثیل اور شبیہہ قرار دیا ہے تا کسی فرد خاص کی کوئی خصوصیت جو ذات و افعال و اقوال اور صفات کے متعلق ہے اس دھوکہ میں نہ ڈالے کہ وہ فرد خاص اپنے بنی نوع سے بڑھ کر ایک ایسی

خاصیت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کوئی دوسرا شخص نہ اَصلًا و نہ ظِلًّا اس کا شریک نہیں اور خدا تعالیٰ کی طرح کسی اپنی صفت میں واحد لاشریک ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں سورۃ اخلاص اسی بھید کو بیان کر رہی ہے کہ احدیّت ذات وصفات خدا تعالیٰ کا خاصہ ہے دیکھو اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے۔ قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔[۱] ﴿۴۵﴾

اور جب کہ واقعی یہی بات ہے کہ مخلوق کی شناخت کی بڑی علامت یہی ہے کہ بعض بعض سے مشارکت و مشابہت رکھتے ہیں اور کوئی فرد کوئی ایسی ذاتی خاصیت اور خصوصیت نہیں رکھتا جو دوسرے کسی فرد کو اس سے حصہ نہ ہو خواہ اَصلًا یا ظِلًّا تو پھر اگر اس صورت میں ہم کوئی ایسا فرد افراد بشریہ سے تسلیم کر لیں جو اپنی بعض صفات یا افعال میں دوسروں سے بکلی ممتاز اور لوازم بشریت سے بڑھ کر ہے اور خدا تعالیٰ کی طرح اپنے اس فعل یا صفت میں یگانگت رکھتا ہے تو گویا ہم نے خدا تعالیٰ کی صفت وحدانیت میں ایک شریک قرار دیا۔ یہ ایک دقیق راز ہے اس کو خوب سوچو۔ خدا تعالیٰ نے جو اپنی کلام میں کئی دفعہ حضرت مسیح کی وفات کا ذکر کیا ہے یہاں تک کہ ان کی والدہ مریم صدیقہ کے ساتھ جو باتفاق فوت شدہ ہے ان کے ذکر کو ملا کر بیان کیا کہ کَانَا یَاۡکُلٰنِ الطَّعَامَ[۲] کہ وہ دونوں جب زندہ تھے طعام کھایا کرتے تھے اس تاکید کی یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے علم قدیم سے خوب جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں لوگ بباعث خیال حیات مسیح سخت فتنہ میں پڑیں گے اور وہ فتنہ اسلام کیلئے سخت مضر ہوگا اس لئے اس نے پہلے ہی سے فیصلہ کر دیا اور بخوبی ظاہر کر دیا کہ مسیح فوت ہوگیا۔ بعض نادان خیال کرتے ہیں کہ آیت اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ[۳] میں صرف حضرت مسیح کی وفات کا وعدہ ہے جس سے صرف اس قدر نکلتا ہے کہ کسی وقت خدا تعالیٰ مسیح کو وفات دے دے گا یہ تو نہیں نکلتا کہ وفات دے بھی دی

[۱] الاخلاص:۲ [۲] المائدۃ:۷۶ [۳] ال عمران:۵۶

تاریخ دعوت و عزیمت

مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی ؒ

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ

پہونچنے کا (جس کے یہاں معمولی بشر کی رسائی نہیں) ایک مفید اور مؤثر طریقہ ہے، کفار عرب کہتے تھے :-

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ (الزمر-۳)

(وہ کہتے ہیں کہ) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں.

یہ وہ مغالطہ اور التباس تھا، جس کی وجہ سے اس امت کے بھی کثیر التعداد افراد شرک کی ارض ممنوعہ میں جا پڑے تھے، اور اس سرحدی لکیر کو پار کر گئے تھے، جو توحید و شرک کی حد فاصل (LINE OF DEMARCATION) ہے، اس لئے سب سے پہلی اور اہم ضرورت یہ تھی کہ معلوم کیا جائے کہ اہل جاہلیت اور مشرکین عرب کا عقیدہ اللہ تعالےٰ کے بارے میں کیا تھا، وہ اس کی ذات وصفات کے بارے میں کن کن چیزوں کے قائل تھے، اللہ تعالےٰ کو فاطرِ کائنات، خالقِ ارض وسماوات، اور قادرِ مطلق سمجھنے کے باوجود اللہ کے رسول نے ان کو کیوں مشرک گردانا، اور قرآن نے ان کے مشرک ہونے کا کیوں اعلان کیا؟

شاہ صاحبؒ اپنی بے نظیر کتاب "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" میں لکھتے ہیں:-

"شرک یہ ہے کہ ماسوا اللہ کے لئے ان صفات کو ثابت مانا جائے جو خدا تعالےٰ کے ساتھ مختص ہوں، مثلاً عالم کے اندر تصرفاتِ ارادی جس کو کُن فیکون سے تعبیر کرتے ہیں، یا علم ذاتی جس کا اکتساب نہ حواس کے ذریعہ سے ہو نہ عقل کی رہنمائی سے اور نہ خواب اور الہام وغیرہ کے واسطہ سے، یا مریضوں کو شفا دینا یا کسی شخص پر لعنت کرنا اور اس سے ناراض ہونا جس کے باعث اس کو تنگ دستی اور بیماری اور شقاوت گھیر لیں، یا رحمت بھیجنا جس سے اس کو فراخ دستی، تندرستی اور سعادت حاصل ہو۔

مشرکین بھی جواہر (اجسام) اور عظیم الشان امور کے پیدا کرنے میں کسی کو خدا تعالےٰ کا شریک نہیں جانتے تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ جب خدا تعالےٰ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو کسی میں اس کے روکنے کی قدرت نہیں ہے، ان کا شرک فقط ایسے امور کی نسبت تھا جو کہ بعض بندوں کے ساتھ مخصوص تھے، ان لوگوں کا گمان تھا کہ جیسے شاہانِ عظیم القدر اپنے مقربانِ خاص کو ملک کے مختلف حصوں کا فرماں روا مقرر کرتے ہیں، اور بعض امور خاصّہ کے فیصل کرنے میں (جب تک کوئی شاہی حکم صریح موجود نہ ہو) ان کو مختار بنا دیتے ہیں، اور اپنی رعایا کی چھوٹی چھوٹی باتوں کا خود انتظام نہیں کرتے، اور اپنی کل رعایا کو حکّام کے سپرد کر دیتے ہیں، اور حکام کی سفارش ان کے ماتحت ملازمین اور متوسلین کے حق میں قبول کی جاتی ہے، ایسے ہی بادشاہ علی الاطلاق جلّ مجدہٗ نے بھی اپنے خاص بندوں کو رتبۂ الوہیت کے خلعت سے سرفراز کیا ہے، اور ایسے لوگوں کی رضامندی وناراضی دوسرے بندوں کے حق میں مؤثر ہے، اس لئے وہ ان بندگانِ خاص کے تقرّب کو ضروری خیال کرتے تھے، تاکہ بادشاہِ حقیقی کی درگاہ میں مقبولیت کی صلاحیت پیدا ہو جائے اور جزائے اعمال کے وقت ان کے حق میں شفاعت درجۂ قبولیت حاصل کرے اور ان خیالی ضرورتوں کو دیکھتے ہوئے وہ لوگ ان کو سجدہ کرنا اور ان کے لئے قربانی کرنا اور ان کے نام کی قسم کھانا، اور ضروری امور میں ان کی قدرت کُن فیکون سے مدد لینا جائز سمجھتے تھے، انھوں نے پتھر، پیتل اور سیسہ وغیرہ کی مورتیں بنا کر ان (بندگانِ خاص) کی روحوں کی طرف متوجہ ہونے کا ایک وسیلہ قرار دیا تھا،

لیکن رفتہ رفتہ جہلاء نے ان پتھروں ہی کو اپنا اصلی معبود سمجھنا شروع کر دیا

اور خلط عظیم واقع ہوا۔[1]"

نیز "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھتے ہیں :۔

"شرک کی حقیقت یہ ہے کہ انسان کسی ایسے شخص کے بارے میں جو قابلِ تعظیم سمجھا جاتا ہے، یہ عقیدہ رکھے کہ اس سے جو غیر معمولی افعال و واقعات ظہور پذیر ہوتے ہیں، وہ اس بناء پر ہیں کہ وہ شخص صفات کمال میں سے کسی ایسی صفت کے ساتھ متصف ہے، جس کا مشاہدہ نوع انسانی کے افراد میں نہیں ہوا، وہ صفت واجب الوجود جلّ مجدہٗ کے ساتھ مخصوص ہے، اس کے سوا کسی میں نہیں پائی جاتی، اس کی چند ہی شکلیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ وہ واجب الوجود اپنے کسی مخلوق کو خلعت الوہیت سے سرفراز کرے، یا وہ مخلوق ذات الٰہی میں فنا ہو کر باقی باللہ بن کر رہ جائے، یا اسی طرح کی کوئی شکل جو اس عقیدہ کے حامل نے اپنی طرف سے گڑھ لی ہو، حدیث میں مشرکین کے جس تلبیہ (حج میں لبّیک لبّیک کہنا) کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں وہ اسی عقیدہ کا ایک نمونہ اور اس کی مثال ہے، حدیث میں آتا ہے کہ مشرکین عرب (جاہلیت میں اور اسلام قبول کرنے سے پہلے) ان لفظوں میں لبیک کہتے تھے:

لبّیك لبّیك لاشریك لك،	خدایا! حاضر ہوں، حاضر ہوں!
إلّا شریکاً ھو لك، تملکہ	تیرا کوئی شریک نہیں، سوائے اس
وماملك۔	شریک کے جو تیرا بندۂ خاص ہے تو

[1] الفوز الکبیر ماخوذ از ترجمہ مولوی رشید احمد صاحب انصاری ص۷-۸

اس کا بھی مالک ہے اور اس کی مملوکات

کا بھی مالک۔

اسی بناء پر یہ معتقد اس ہستی کے لئے (جس کو وہ خدا کے بعض صفات کا حامل اور خلعت الوہیت سے سرفراز سمجھتا ہے) اپنے انتہائی تذلّل اور فروتنی کا اظہار کرتا ہے اور اس کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے، جو بندوں کو خدا کے ساتھ کرنا چاہئے۔[1]"

حجۃ اللہ البالغہ میں ایک دوسری جگہ مشرکین کے شرک کی حقیقت بیان کرتے ہوئے اور اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ اللہ تبارکؐ تعالےٰ کے بارے میں ان کے اور مسلمانوں کے درمیان (جو صحیح عقیدہ کے حامل ہیں) کئی باتوں پر اتفاق تھا، مشرکین عرب وجود باری اور اس کی یگانہ شان اور قدرت مطلقہ کے منکر نہیں تھے، صرف بعض صفات اور اختیارات میں وہ (خدا ہی کی مرضی اور منشاء سے) اس کے بعض مقربین و محبوبین کو شریک اور صاحبِ اختیار سمجھتے تھے، اور اس لئے ان کے ساتھ عبودیت اور بندگی کا معاملہ کرتے تھے، باب التوحید کے عنوان کے ماتحت تحریر فرماتے ہیں :۔

"مشرکین اس بارے میں مسلمانوں ہی کے ہم خیال اور ہم عقیدہ تھے کہ امور عظام کے سرانجام اور جس چیز کا اللہ تعالےٰ فیصلہ فرمالیں اور اس کا ارادہ قطعی ہو جائے تو اس میں کسی غیر کا اختیار باقی نہیں رہتا، باقی دوسرے امور میں انھوں نے مسلمانوں سے الگ راستہ اختیار کیا تھا، ان کا خیال تھا کہ زمانۂ ماضی کے صلحاء نے عبادت کی کثرت کی اور خدا کا قرب حاصل کیا تو اللہ تعالےٰ نے ان کو الوہیت کا خلعت عطا فرمایا، اس بناء پر وہ خدا کے دوسرے بندوں کی عبادت کے

[1] حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص۶۱ باب اقسام الشرک۔

رنگ جب محشر میں لائے گی تو اُڑ جائے گا رنگ
یہ نہ کہیے سُرخیٔ خونِ شہیداں کچھ نہیں!

شاہ اسمٰعیل محدث دہلوی رح

شہید بالاکوٹ ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۱ء

علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صواب ہے، وھوالجواب وبہ یُفتٰی وعلیہ الفتوٰی وھوالمذھب وعلیہ الاعتماد وفیہ السلامہ والسواد یہی جواب ہے یہی فتوے دیا جائے گا۔ اور اسی پر فتوے ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامتی ہے اور اسی میں استقامت ہے،

مولانا احمد رضا خاں بریلوی
تمہید ایمان ص ۴۲ مطبوعہ ۱۳۴۶ھ

تالیف:- پروفیسر علامہ خالد محمود ایم۔ اے، پی۔ ایچ۔ ڈی

شائع کردہ:- مکتبہ دار المعارف : اردو بازار لاہور

مولانا شہیدؒ کی تصنیفات

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی کتابوں میں تقویۃ الایمان، تذکیر الاخوان، منصب امامت اور ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح اور عبقات معروف ہیں، آپ کی مثنوی سلک نور آپ کے ذوق شعری کی یادہے. فنون کی کتابوں پر آپ نے علمی حاشیے بھی تحریر فرمائے مگر افسوس کہ وہ ۱۸۵۷ء میں ضائع ہو گئے۔ ؎۱

صراط مستقیم آپ کے شیخ طریقت حضرت سید احمدؒ خلیفہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے ارشادات کا مجموعہ ہے جس کے مقدمہ باب اوّل اور باب چہارم کو مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے اور باب دوم اور باب سوم کو حضرت مولانا عبدالحیؒ نے قلمبند فرمایا تھا۔ صراط مستقیم حضرت سید صاحبؒ کے ارشادات اور ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ اسے مولانا شہیدؒ نے مرتب کیا تھا تقویۃ الایمان میں زیادہ تر توحید ربانی کا بیان ہے منصب امامت میں انبیاء کرام اور ائمہ و اولیاء کی رفعت و عظمت اور امامت و خلافت پر نہایت بلند پایہ تبصرے ہیں۔ ایضاح الحق الصریح نہایت بلند پایہ علمی کتاب ہے۔ عبقات بھی ایک علمی شاہکار ہے۔ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے عقائد و نظریات معلوم کرنے کے لیے ان تمام کتابوں کو دیکھنا چاہیئے۔ صرف تقویۃ الایمان دیکھ کر اور اسے بھی بالاستیعاب نہیں چند جستہ جستہ کٹی عبارات سے دیکھ کر اتنے بڑے عالم اور ولی کامل کے عقائد کا تجزیہ کرنے بیٹھ جانا عدل و انصاف سے دور ہے اور نہ یہ اہل علم کا دستور ہے۔ ان کتابوں کو غور سے دیکھیں بالاستیعاب دیکھیں اور بار بار دیکھیں اور پھر دیکھیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ کا دل انبیاء کرام اور اولیاء اللہ کی عظمت و محبت سے کس قدر معمور تھا۔ توحید خالص کے بیان اور شرک کی مذمت کو انبیاء و اولیاء کی توہین سمجھنے لگ جانا ایک بڑی غلطی اور حماقت ہے۔ مسلمان جب یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بیٹے اور شریک نہیں تو نادان عیسائی اسے حضرت عیسیٰ کی توہین سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

؎۱ از اکمل البیان ص۳۳

نہ ہو اللہ تعالیٰ نے حقیقی طور پر اسی طرح کسی کو غیب دانی کا مالک نہیں بنایا نہ غیب کی کنجیاں[۱] اس نے کسی کے حوالے کی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو لاکھوں کروڑوں غیوب پر مطلع فرمایا اور انھوں نے بھی ہزارہا غیب کی باتیں اپنے اُمتیوں اور ساتھیوں کو بتلائیں لیکن وہ سب ایک ایک اطلاع خدا سے پاتے تھے اور ایک ایک بات معلوم کرنے میں وہ خدا کے محتاج تھے۔ یہ درست ہے کہ ان کا جبلی نور بھی ان حقائق کا ادراک کر لیتا تھا لیکن یہ بات بھی صحیح ہے، کہ وہ غیب دانی کے مالک نہ تھے کہ اب غیب کی بات کو جاننے میں وہ خدا کے محتاج نہ رہے ہوں غیبی جزئیات کو جان لینا خواہ وہ کروڑوں ہوں اور بات ہے اور غیب دانی کی کنجیوں کو اپنے ہاتھ میں لے لینا کہ جب چاہیں اور جہاں چاہیں چابی لگالیں اور معلوم کرلیں یہ اور بات ہے۔[۲]

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ جب کہتے ہیں کہ اللہ کے دینے سے بھی کوئی غیب دانی کا مالک نہیں ہوتا۔ اس سے ان کی مراد ان امورِ غیبیہ کی نفی ہرگز نہیں جن کی اللہ تعالیٰ نے اپنے مقربین کو مختلف موقعوں اور ضرورتوں پر اطلاع بخشی ہے۔ وہ صرف عطاء مستقل کی نفی کر رہے ہیں کہ کسی کو یہ قوت عطا ہو جائے کہ جب چاہے اور جو چاہے از خود معلوم کر لیا کرے اور ہر ہر بات کے جاننے میں وہ خدا کا محتاج نہ ہوا کرے۔ کسی صفت سے حقیقی طور پر متصف ہو جانا خواہ خدا کے دینے سے ہی ہو اس میں آئندہ خدا سے احتیاج نہیں رہتا اور یہ ہرگز درست نہیں۔ خدا تعالیٰ کی شانِ صمدیت کا تقاضا ہے کہ ہر مخلوق کو اس کی ضرورت اور احتیاج رہے بے نیازی صرف اسی کی شان ہے اور کوئی بے نیاز نہیں ہے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ حقیقی کی ایک قسم عطائی بھی ہے۔ لیکن پھر جب کہیں عطائی قدرت یا عطائی علم کا اقرار کرتے ہیں تو اس سے ان کی مراد عام طور پر

---

۱ عندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو پ الانعام ع ۲ دیکھئے تقویۃ الایمان ص

ہاں جو لوگ نادانی میں انہیں پکارنا شروع کر دیں ان سے مرادیں مانگیں اور یہ عقیدہ رکھیں کہ یہ اپنے ارادہ و اختیار سے ہماری مدد کرتے ہیں تو یہ بے شک ایک بھٹکی راہ ہے تاہم یہ اپنی جگہ واضح ہے کہ مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ان تمام روحانی کمالات اور اسرار کونیہ کے قائل تھے۔

توحید سے متعلق یہ چند امور بنیادی حیثیت رکھتے تھے اس لیے ان کی کچھ وضاحت کر دی گئی ہے جو لوگ اسلام کے عقیدۂ توحید میں ترمیم کر رہے تھے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا بیان توحید ان پر ضرب کاری تھا، انتقامی جذبے کے ساتھ انھوں نے مولانا شہیدؒ کے خلاف یہ کارروائی کی کہ ان کے بیانِ توحید کو انبیاء علیہم السلام کی شان میں تنقیص کہنا شروع کر دیا حالانکہ اللہ عزّ و جل کی توحید میں انبیاء و مرسلین کی ہرگز توہین نہ تھی۔ اسلام کے عقیدہ توحید کو انبیاء علیہم السلام کی شان سے ٹکرانے کی بدعت مولانا شہیدؒ کے نادان مخالفین کی ایجاد ہے۔

پیغمبروں کی شان کے بارے میں

اب ہم اس بات کی وضاحت کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام کی شان کے بارے میں مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کا عقیدہ کیا تھا۔ اس کے بعد ان چند الزامات کی وضاحت کی جائے گی جو توحید و رسالت کے اس فرضی تصادم میں جھوٹے الزام لگانے والوں نے تفریقِ اُمت کے لیے پیدا کر رکھے ہیں۔ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کے ہاں جس طرح توحید باری تعالیٰ پر اعتقاد ضروری ہے رسالت کے بارے میں بھی آپ اسی ضرورت کا احساس رکھتے ہیں۔

فتاویٰ ثنائیہ

جس میں،

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ کے ۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔

محشی بالحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلویؒ

جلد اوّل

مرتبہ

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب رازؔ

ناشر

ادارہ ترجمان السنۃ، ۷، ایبک روڈ، لاہور

چند دینی سوال

ہمارے پاس یہ سوال عیسائی کالج لاہور کے پروفیسر یوسف خان نے بھیجے ہیں جو مع جواب مندرج ذیل ہیں۔

جناب ایڈیٹر صاحب "اہل حدیث" سلام:-

براہ کرم مفصلہ ذیل سوالات کے جوابات مختصر یا مفصل جیسی رائے ہو جلد عنایت فرما کر شکر گزاری کا موقع دیجئے گا۔ یہ سوالات محض احقاق اور حقیقت پسندی کی خاطر کئے گئے ہیں۔ تاکہ مختلف مذاہب کا موازنہ کیا جا سکے۔ آپ کی ذات سے یقین ہے کہ مجھے واقعی امداد سے محروم نہ فرمائیں گے۔

سوال نمبر ۱۔ وہ طریقہ کیا ہے جس کے ذریعہ سے ایک شخص آپ کے مذہب میں داخل ہو سکتا ہے؟

جواب نمبر ۱۔ صرف کلمہ شریف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ معنی سمجھ کر بالیقین پڑھ لینے سے داخل اسلام ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر ۲۔ آپ کا مذہب اختیار کرنے کے بعد کیا اس شخص میں کوئی فوری تبدیلی ہو جاتی ہے؟

جواب نمبر ۲۔ احکام اسلام کی پابندی اپنے اوپر لازمی جاننے تو صحیح معنی سے شائستگی یعنی خدا خوفی پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر پہلے سے ہے تو اس میں ترقی ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ثبوت یوں ملتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ (پ ۲۶-ع ۶) یعنی جو لوگ ایمان میں ہدایت یاب ہوئے۔ خدا ان کو ہدایت زیادہ دیتا ہے۔ اور ان کو تقویٰ نصیب کرتا ہے۔

سوال نمبر ۳۔ کن احکام کی پابندی اس شخص پر عائد ہوتی ہے۔ تاکہ وہ راسخ العقیدہ مومن بنا رہے؟

جواب نمبر ۳۔ قرآن مجید میں اس کی تفصیل کئی جگہ آئی ہے۔ ان میں سے ایک مقام کی فہرست درج ذیل ہے:-

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ

إنّ هدى الله هو الهدى

ہدایہ اور صاحب ہدایہ

جس میں صاحب ہدایہ
کی سیرت وسوانح، علمی
مقام، تصانیف وخدمات،
ہدایہ کی خصوصیت واہمیت،
فقہی مقام وجامعیت،
اسلوب بیان، فضل وامتیاز
اصطلاحات، مسامحات،
رموز واشارات، شروح
وحواشی اور دیگر موضوعات پر
سیر حاصل مباحث

تالیف

مولانا عبد القیوم حقانی

ناشر
القاسم اکیڈمی ● جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس ● خالق آباد ● ضلع نوشہرہ
فون: 630611 (0923) فیکس: 630237

عالم طاری ہو جاتا ہے"۔

طرزِ تالیف:

تالیف ہدایہ کے بارے میں خود مصنف رحمہ اللہ کتاب کے مقدمہ میں یوں وضاحت کرتے ہیں:

" حقیقت یہ ہے کہ ہدایۃ المبتدی کے دیباچہ میں 'میں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ انشاء اللہ اس کی شرح کروں گا جس کا نام کفایۃ المنتہی ہو گا۔ چنانچہ اس کی شرح کر رہا ہوں۔ وعدہ میں گنجائش اور وسعت ہوتی ہے اور جبکہ میں فراغت کے قریب پہنچا ہوں تو میں نے محسوس کیا ہے کہ اس میں کلام بہت طویل ہو گیا ہے' مجھے اندیشہ ہے کہ طول کلام کی وجہ سے اصل کتاب "ہدایہ" ہی نہ چھوٹ جائے اس لئے مجھے دوسری شرح کی طرف اپنی توجہ منعطف کرنا پڑی جس کا نام ہدایہ رکھا اس میں اللہ کی توفیق سے عمدہ روایات اور ٹھوس عقلی دلائل جمع کر رہا ہوں اس کے ہر باب میں زوائد کو ترک کرنے کا ارادہ ہے اور طول بیان سے احتراز کی نیت ہے لیکن بایں ہمہ وہ ایسے اصول پر مشتمل ہو گی جن پر فروع متفرع ہو سکیں۔ (مقدمہ الہدایہ)

اسلوب بیان:

خصوصیت ہدایہ کے ضمن میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ چاروں فقہی مسالک کی جو نمائندہ کتب لکھی گئیں اول تو ان میں صرف اپنے مسلک کا بیان اس کی وضاحت اور دلائل ہیں' دوسرے فقہی مسالک ان میں ذکر نہیں کئے گئے اور اگر ذکر کئے گئے ہیں تو دوسرے مسالک کے دلائل پیش نہیں کئے گئے مثلاً فقہ مالکی میں ابن رشد قرطبی (م ۵۹۵ھ) کی بدایۃ المجتہد' یہ کتاب اصلاً فقہ مالکی کی نمائندگی کرتی ہے۔ مالکی مسلک کی اہم اور بنیادی کتابوں میں اس کا شمار ہوتا ہے اور بلاشبہ ایک بلند مرتبہ کتاب ہے۔ اس کے مصنف صاحبِ ہدایہ کے ہم عصر ہیں۔ ان کا سال وفات ۵۹۳ھ اور ابن رشد کا ۵۹۵ھ ہے۔ ابن رشد بھی مالکی مسلک کے علاوہ امام ابو حنیفہ'

فتاویٰ ثنائیہ

جس میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے ۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔

محشی بالحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ

جلد اوّل

مرتبہ

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب راز

ناشر

ادارہ ترجمان السنۃ، ۷۔ ایبک روڈ، لاہور

جواب ۳: اس خاندان کے جد امجد حضرت اسمٰعیل نبی تھے۔ قرآن مجید میں مذکور ہے وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا۔ یعنی اسمٰعیل بڑا راستباز نبی تھا۔ بائبل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اسمٰعیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کا موعود فرزند تھا۔ (پیدائش باب ۱۷)

سوال ۴: یہ ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ حضرت محمد صاحب زمین عرب میں پیدا ہوئے حالانکہ جتنے انبیاء گذرے ہیں کل زمین کنعان میں پیدا ہوئے۔

جواب ۴: ہمارا اعتقاد تو یہ ہے کہ انبیاء ساری دنیا میں پیدا ہوئے۔ یہاں تک کہ ہندوستان میں بھی پیدا ہوئے۔ لہٰذا ہم پر یہ سوال وارد نہیں ہو سکتا۔

سوال ۵: اس بات کا ہم کو کافی طور پر پکی اور مستند روایات کا پتہ بتلایئے کہ قیام دنیا کب سے ہے؟

جواب ۵: دنیا کی ابتدا اور ابتدا سے آج تک کتنی مدت ہوئی ہے اس کا علم ہم کو نہیں۔ قرآن و حدیث میں اس کا ذکر صاف لفظوں میں نہیں ملتا جو کوئی کہتا ہے اس کا خیالی اعتقاد ہے دگر ہیچ۔ آپ کے پاس کوئی ثبوت ہو تو پیش کیجئے

۴ ۲ شعبان ۱۳۴۸ھ

حالات بائبل[1] بقلم حضرت مولانا محمد ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی"

بائبل: انبیائے بنی اسرائیل پر جس قدر کتب سماویہ نازل ہوئیں ان کو علمائے مسیحی نے لقب بائبل (بمعنی کتاب) دے کر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے (۱) عہد عتیق یعنی حضرت مسیح کے قبل جتنی کتابیں انبیائے بنی اسرائیل پر اتریں۔ (۲) عہد جدید یعنی اناجیل اربعہ کے ساتھ حواریوں کے اعمال خطوط اور مکاشفات پہلے عہد عتیق کا حال ملاحظہ ہو۔

عہد عتیق: مروج عہد عتیق میں ۳۹ کتابیں ہیں لیکن علمائے یہود نے ان کو ۲۴ کتابوں میں شمار کر کے تین حصوں میں منقسم کیا ہے۔ (۱) توراۃ جس کو قانون بھی کہتے ہیں اس میں پانچ کتابیں ہیں تکوین۔ خروج۔ احبار۔ اعداد۔ استثناء۔ (۲) نبیم ان میں یوشع۔ قضاۃ سموئیل اول و دوم۔ ملوک اول و دوم۔ یشعیاہ۔ یرمیاہ۔ حزقیل اور بارہ چھوٹے بڑے پیغمبر

[1] کتب عیسائیت کی معلومات کے پیش نظر یہ مضمون یہاں درج کیا گیا ہے۔ محمد داؤد راز

جدید نظرِ ثانی و تصحیح شدہ ایڈیشن

ادیانِ باطلہ اور صراطِ مستقیم



پسند فرمودہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث حضرت اقدس

مفتی محمد نعیم صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مدیر الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ

بیت الاشاعت کراچی

اپنے اختیار سے کرتے ہیں۔ مگر بندوں کو کسی کام کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے، گناہ کے کام سے اللہ تعالیٰ ناراض اور ثواب کے کام سے خوش ہوتے ہیں۔

تکلیف مالایطاق: اللہ تعالیٰ نے بندوں کو کسی ایسے کام کے کرنے کا حکم نہیں کیا جو بندوں سے نہ ہو سکے۔

عدم وجوب اصلح: کوئی چیز خدا کے ذمہ ضروری نہیں وہ جو کچھ مہربانی کرے اس کا فضل ہے۔

ایمان بالرسالت

اللہ تعالیٰ نے بندوں کو سمجھانے اور سیدھی راہ بتانے کو بہت سے پیغمبر بھیجے، ان پیغمبروں کو خدا نے اپنے ارادہ اور پسند سے برگزیدہ کیا۔ وہ سب گناہوں سے پاک ہیں ان آنے والے پیغمبروں کی پوری گنتی اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

معجزات

معجزات: ان کی سچائی بتانے کو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں سے ایسی مشکل باتیں کرائیں، جو اور لوگ نہیں کر سکتے، ایسی باتوں کو معجزہ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ اپنی ہدایتوں، تعلیموں اور حکموں پر مطلع فرمایا اور ان پیغمبروں نے ان کو سن کر اپنے زمانہ کے لوگوں تک پہنچایا، اس کو وحی کہتے ہیں۔

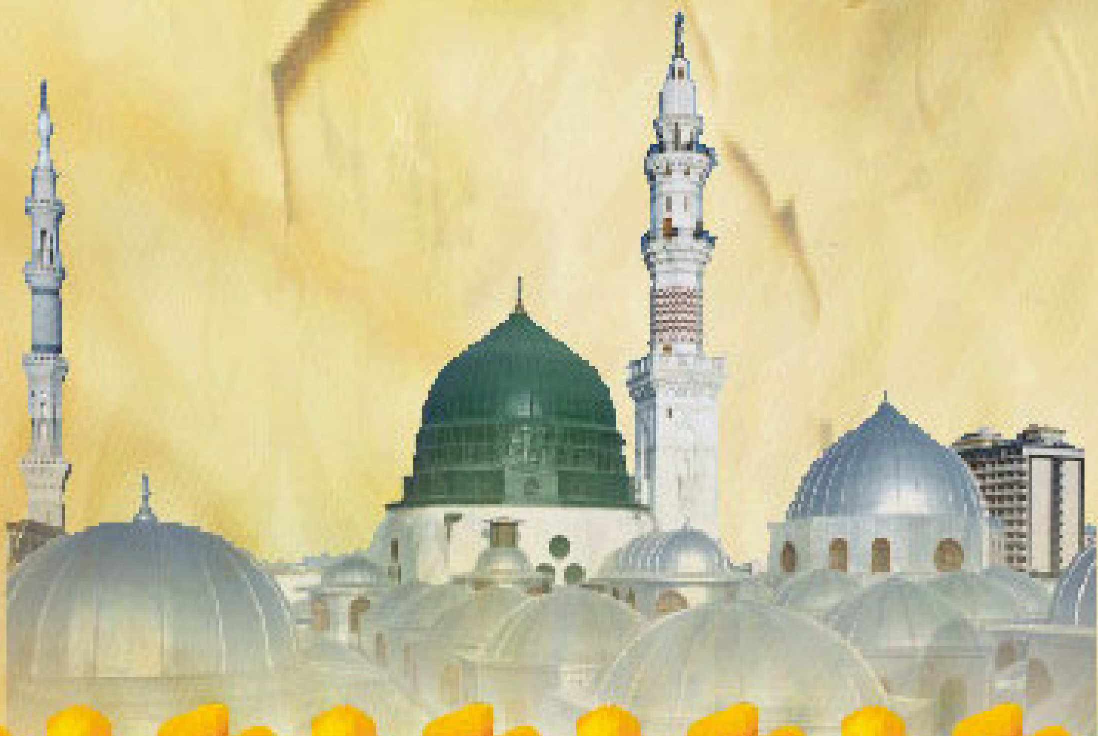
ان پیغمبروں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور باقی درمیان میں، محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی دوسرا شخص نبوت پر سرفراز ہو کر نہیں آئے گا، اور جو ایسا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے نبوت ورسالت کا منصب محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات پر ختم ہو گیا، قیامت تک جتنے آدمی اور جن ہوں گے سب کے آپ ہی پیغمبر ہیں۔ ہاں پیغمبروں میں سے بعضوں کا مرتبہ بعضوں سے بڑا ہے سب میں زیادہ مرتبہ ہمارے پیغمبر محمد ﷺ کا ہے۔

علمِ کلام کے موضوع پر آسان الفاظ میں اہم اسلامی
عقائد پر مشتمل قابلِ مطالعہ مجموعہ، شیخِ محقق کے قلم سے

تکمیل الایمان

تصنیف:

شیخِ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ



وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب آیت ۴۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری سے دین کا کامل کرنا اور مکارم اخلاق کا پورا کرنا مقصود تھا۔ جب یہ مقصد پورا ہو گیا اور اخلاق مکمل ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی پیغمبر علیہ السلام کی ضرورت نہ رہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء علیہم الرضوان اور امت کے علماء ہی اسلام کے محافظ اور مددگار بن گئے اور قیامت تک اس کی اشاعت و نگہبانی کے لئے کافی ہیں۔

انبیاء علیہم السلام کی تعداد

بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی تعداد مقرر نہ کی جائے۔ بعض حدیثوں میں اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بیان ہوئی ہے۔ مگر قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَ رُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَ رُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ

(النساء آیت ۱۶۴)

ان میں سے بعض انبیاء علیہم السلام کا حال تو بیان کر دیا ہے اور بعض کا بیان نہیں کیا گیا۔ ممکن ہے کہ اس خبر کے بعد فرما دیا گیا ہو چونکہ قرآن کریم میں تعداد بیان نہیں کی گئی۔ لہٰذا اس کے مجمل اور پوشیدہ رکھنے میں احتیاط ہے۔

ذوالقرنین کی نبوت

بعض علماء نے ذوالقرنین کو پیغمبر تسلیم کیا ہے۔ مگر اکثر کی رائے ہے کہ وہ ایک مسلمان انصاف پسند بادشاہ تھا۔ ہمارے نزدیک بھی یہی بات درست ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی خیال ہے۔

بعض علمائے کرام نے اسے فرشتہ لکھا ہے۔ مگر یہ بات بعید از قیاس ہے۔ علمائے تاریخ نے نام میں بھی اختلاف کیا ہے۔ مشہور یہ ہے کہ اس کا نام اسکندر تھا۔ بعض مورخین نے عبداللہ، مرزبان مرزبی اور ہرمن لکھا ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے نام کتابوں میں آتے ہیں۔

فتاویٰ ثنائیہ

جس میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے ۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔

محشی بالحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابو سعید شرف الدین دہلوی رحمہ اللہ

جلد اوّل

مرتبہ

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب راز

ناشر

ادارہ ترجمان السنۃ، ۷۔ ایبک روڈ، لاہور

حق میں دعا بخشش مانگیں چاہے وہ قریبی ہوں پس جس ماں باپ کی بابت علم ہو کہ وہ مشرک تھے۔ ان کے حق میں تو یہی حکم ہے۔ اگر زیادہ شفقت غالب آئے تو یوں دعا کریں "خداوندا۔ میرے باپ تیرے علم میں بخشش کے اہل ہیں تو ان کو بخش دے۔"

۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۹ھ

ایک پادری کے چند سوال؟

مجھ احقر سے اور ایک پادری مشن سے حضرت محمد رسول اللہ کے بارے میں گفتگو ہوئی تو اس نے مجھ سے یہ سوال کئے جو بغرض جواب ارسال ہیں۔

مرسلہ امین الدین خریدار اہلحدیث ۵۱۹۵ سکندرہ راؤ

سوال ۱:۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک ایک ہی خاندان ہے اور اسی میں انبیاء گذرے ہیں ہم ان سب کو مانتے ہیں۔ چونکہ حضرت محمد صاحب اس خاندان سے نہیں ہیں اس لئے ہم ان کو نبی نہیں مانتے۔

جواب ۱: اس کا کچھ ثبوت ہے کہ سارے انبیاء ایک ہی خاندان سے گذرے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے إِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ۔ ہر ایک قوم میں کوئی نہ کوئی رسول گذرا ہے۔ پھر ہم یہ کیونکر مان لیں کہ ایک ہی خاندان میں سب گذرے ہیں بفرض محال ثابت ہو جائے کہ ایک ہی خاندان کے گذرے ہیں تو اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ دوسرے خاندان کے نبیوں کو ماننا ضروری نہیں۔ اس ممانعت کے لئے کوئی حکم ہے؟ ہو تو دکھایئے ورنہ غلط دعویٰ کرنے سے شرمایئے۔

سوال ۲:۔ یہ جو امت محمدیہ کا قول ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر ہوئے ہیں یہ بات بالکل غلط ہے اور اگر غلط نہیں ہے تو آپ ہم کو کل پیغمبروں کے نام بنام فہرست دیجئے۔

جواب ۲: ہم بھی اس روایت کو صحیح نہیں مانتے۔ بلکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ ہم نبیوں اور رسولوں کی تعداد صحیح نہیں جانتے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ۔ یعنی بعض رسول ہم نے تمہیں بتائے ہیں اور بعض نہیں بتائے۔

سوال ۳:۔ جس خاندان میں حضرت محمد صاحب پیدا ہوئے ہیں ان سے قبل اس خاندان میں کوئی اور نبی پیدا ہوا تھا؟

یہ چند احکام بطور نمونہ ہم نے لکھے ہیں اس میں ایک تھوڑی سی عقل کا آدمی بھی سوچ سکتا ہے کہ بظاہر یہ تمام خطاب صحابہ کی طرف ہے لیکن درحقیقت تمام مسلمان ان احکام پر عمل کرنے کیلئے مامور ہیں نہ یہ کہ صرف صحابہ مامور ہیں وبس۔ غرض قرآن کا اصلی اور حقیقی اسلوب جس سے سارا قرآن بھرا پڑا ہے یہ ہے کہ اس کے خطاب کے مورد حقیقی اور واقعی طور پر تمام وہ مسلمان ہیں جو قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے گو بظاہر صورت خطاب صحابہ کی طرف راجع معلوم ہوتا ہے پس جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ یہ وعدہ یا وعید صحابہ تک ہی محدود ہے وہ قرآن کے عام محاورہ سے عدول کرتا ہے اور جب تک پورا ثبوت اس دعویٰ کا پیش نہ کرے تب تک وہ ایسے طریق کے اختیار کرنے میں ایک ملحد ہے کیا قرآن صرف صحابہ کے واسطے ہی نازل ہوا تھا۔ اگر قرآن کے وعد اور وعید اور تمام احکام صحابہ تک ہی محدود ہیں تو گویا جو بعد میں پیدا ہوئے وہ قرآن سے بکلی بے تعلق ہیں۔ **نعوذ باللّٰہ من ھذہ الخرافات۔**

اور یہ کہنا کہ حدیث میں آیا ہے کہ خلافت تیس سال تک ہوگی عجیب فہم ہے جس حالت میں قرآن کریم بیان فرماتا ہے کہ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۔ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ [1] تو پھر اس کے مقابل پر کوئی حدیث پیش کرنا اور اس کے معنی مخالف قرآن قرار دینا معلوم نہیں کہ کس قسم کی سمجھ ہے اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیئے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لیے آواز آئے گی **ھذا خلیفۃ اللّٰہ المھدی** اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے لیکن وہ حدیث جو معترض صاحب نے پیش کی علماء کو اس میں کئی طرح کا جرح ہے اور اس کی صحت میں کلام ہے کیا معترض نے غور نہیں کی کہ جو آخری زمانہ کی نسبت بعض خلیفوں کے ظہور کی ۴۲ خبریں دی گئی ہیں کہ حارث آئے گا۔ مہدی آئے گا۔ آسمانی خلیفہ آئے گا۔ یہ خبریں حدیثوں میں ہیں یا کسی اور کتاب میں۔ احادیث سے یہ ثابت ہے کہ زمانے تین ہیں۔

[1] الواقعۃ:۴۰،۴۱

آپ نے اپنی دونوں بیویوں کو طلاق دیدی۔ ہر یک دانا کی نظر میں قابل ہنسی ہے کیونکہ آپ کو
تلویح کی عبارت کا ایک حصہ سُنا دیا گیا تھا۔ جس کے حوالہ سے وہ حدیث بیان کی گئی تھی اور ﴿۸۷۱﴾
ظاہر ہے کہ صاحب تلویح نے بطور شاہد اپنے تئیں قرار دے کر بیان کیا ہے کہ وہ حدیث یعنی
عرض الحدیث علی القرآن کی حدیث بخاری میں موجود ہے۔ اب اس کے مقابل پر یہ عذر پیش
کرنا کہ نسخہ جات موجودہ بخاری جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان میں یہ حدیث موجود نہیں۔
سراسر نا سمجھی کا خیال ہے۔ کیونکہ علم محدود کے عدم سے بکلّی عدم شے لازم نہیں آتا۔ جس
حالت میں ایک سرگروہ مسلمانوں کا اپنی شہادت رویت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا
بیان کرتا ہے اور آپ کو یہ دعویٰ نہیں اور نہ کر سکتے ہیں کہ تمام دنیا کے نسخہ جات بخاری کے قلمی
وغیر قلمی آپ دیکھ چکے ہیں۔ پھر کس قدر فضولی ہے کہ صرف چند نسخوں پر بھروسہ کر کے بے گناہ
عورتوں کو طلاق دی جائے۔ اگر ثانی الحال کوئی قلمی نسخہ نکل آوے جس میں یہ حدیث موجود ہو تو
پھر آپ کا کیا حال ہو۔ مومن کی شہادت عندالشرع قابل پذیرائی ہوتی ہے اور فقط ایک کی
شہادت رویت ماہ رمضان سے تمام دنیا کے مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے۔ اس
صورت میں علّامہ تفتازانی صاحب تلویح کی شہادت بالکل ضائع اور نکمی نہیں ہو سکتی بخاری
کے مطبوعہ نسخوں میں بھی بعض الفاظ کا اختلاف موجود ہے۔ پھر سارے جہان کے قلمی نسخوں ﴿۸۷۲﴾
کا کون ٹھیکہ لے سکتا ہے۔ پس آپ کی بے دلیل نفی بے سود ہے۔ حضرت! مثبت کے بیان کو
قواعد تحقیق کی رُو سے ترجیح ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ زیادت علم ہے۔ اب اس شہادت
کے مقابل پر جو عندالشرع قابل قبول ہے جب تک آپ سارے زمانہ کے قلمی نسخے نہ
دکھا دیں اور صاحب تلویح کا کذب ثابت نہ کر لیں تب تک احتمالی طور پر طلاق واقعہ ہوگئی
ہے۔ علماء کو پوچھ کر دیکھ لیں۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر صاحب تلویح اپنی رویت میں کاذب
ہوتا تو اُسی زمانہ میں علماء کی زبان سے اس کی تشنیع کی جاتی اور اس سے جواب پوچھا جاتا۔
اور جبکہ کوئی جواب پوچھا نہیں گیا تو یہ دوسری دلیل اِس بات پر ہے کہ درحقیقت اسکی

مجالس حکیم الاسلام

جلد اوّل

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مہتمم دار العلوم دیوبند

کی مجالس جو علم و حکمت اور اہل اللہ کے واقعات سے بھرپور ہیں

مع

سوانح حیات

تالیف: — مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب

مُرتّب: — فتاویٰ دار العلوم دیوبند

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ

پرانی غلہ منڈی ○ بیرون بوہڑگیٹ ○ مُلتان

نام کتاب — مجالس حکیم الاسلام جلد اوّل

طبع — ربیع الاول ۱۴۱۷ھ

باہتمام — محمد اسحاق عفی عنہ

طباعت — اعلان حق پریس مُلتان

سرورق — حافظ محمد ایوب مُلتانی

تعداد — ایک ہزار

قیمت —

ملنے کے پتے

- ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
- مولانا محمد اقبال نعمانی مکی مسجد کراچی
- مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور
- یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور
- مکتبہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
- طیب اکیڈمی بیرون بوہڑگیٹ ملتان
- ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انار کلی لاہور
- مکتبہ العارفی ستیانہ روڈ فیصل آباد
- مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

سوائے اس کے کہ چھوٹی روحانیت سے آدمی اپنے مجمع کو سنبھال لے لیکن عالمگیر طور پر قلوب میں ذہنی انقلاب ہو تو جب تک عالم گیر روحانیت نہ ہو اس وقت تک یہ چیز پیدا نہیں ہوگی۔

بزرگوں کے مکاشفات

بعض بزرگوں کے مکاشفات بھی ہیں مثلاً حضرت گنگوہیؒ نے ایک رسالہ لکھا "ہدایت المعتدی فی قراءۃ المقتدی" یہ فاتحہ خلف الامام کے بارے میں لکھا۔ اس کو پڑھ کر مجمع کو سنایا۔ سب نے کہا کہ حضرت اس کو چھپنا چاہیئے۔ یہ تو بڑی بنیادی چیز ہے حضرت نے فرمایا کہ چھاپنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں اگر اس کتاب کے ذریعہ سو میں سے ایک کی اصلاح ہوئی تو ۹۹ گمراہ بھی اسی کتاب سے ہوں گے۔ کیونکہ لوگوں کے قلوب میں عام فساد پیدا ہو چکا ہے اور اب مجھے امت کی پنپنے کی توقع نہیں ہے جب تک ظہور مہدی نہ ہو جائے یہ ان کا مقولہ ہے۔ اور حضرت نانوتویؒ کا مقولہ یہ ہے کہ جس کو مجھ سے امیر شاہ خاں صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ حضرت نانوتویؒ دہلی تشریف لے گئے۔ مدرسہ عبدالرب میں قیام تھا کچھ بخار ہو گیا تھا۔ حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا امروہیؒ اور میں یہ سب پیر دبا رہے تھے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت مسلمانوں کے لیے دعا کیجئے یہ بہت ذلیل ہو چکے۔ ان کی حکومت جا چکی۔ ان کی جائیدادوں اور جاگیروں پر ساہوکاروں نے قبضہ کر لیا۔ دفتری سلسلہ میں ان کا کوئی رسوخ نہیں رہا۔ حکومت کے لوگ غالب آ رہے ہیں۔ یہ بہت پسماندہ ہو گئے۔

دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ یہ ذلت رفع فرمائیں تو حضرت جوش میں اسی بخار کی حالت میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ امیر شاہ مسلمان ذلیل ہو گئے ابھی کچھ ذلیل نہیں ہوئے ابھی اور ذلیل ہوں گے اور انتہاء ہو جائے گی ان کی ذلت

کی جو ذلت انھیں ملے گی۔ تم لوگوں کے تصور میں بھی نہیں آسکتی۔ اس وقت غیرت خداوندی جوش میں آئے گی۔ اور ادھر سے مدد ہوگی۔ خدا اساں کی طرف اشارہ کیا۔ مطلب ظہور مہدی تھا اور حضرت شیخ الہندؒ کا مقولہ ہے) کہ اس زمانے میں مجدد کا کام یہ نہیں ہے کہ غیروں کو دائرۂ اسلام میں داخل کرے کیونکہ اتنی بڑی قوت کا کوئی مجدد نہیں ہے۔

سب سے بڑا کام مجدد کا یہ ہے کہ اپنوں کو وہ تھامے رکھے جس سے وہ دین پر قائم رہیں۔ اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ تمام اغیار دین پر آجائیں یہ مشکل ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ ایسی قوت کا مجدد ہو کہ جس کی روحانی طاقت ایسی بڑھی ہو جو سارے عالم کے حالات کو بدل سکے اور اب اس قوت کے مجدد سوائے مہدی علیہ السلام کے کوئی دوسرا نہیں نظر آتا۔

الحاصل آج کل اپنی عملی کوتاہیوں کی اصلاح کرنا اور اصل شریعت کے مطابق خود زندگی گذارنا اور امت کو اس کی تبلیغ کرنا یہ سب سے بڑی کامیابی ہے

ظہور مہدی علیہ السلام

مہدی علیہ السلام کے بارے میں کچھ علامتیں آئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ مہدی علیہ السلام کا مکہ مکرمہ میں ظہور ہوگا۔ اور یہ حدیث صحیح بخاری شریف میں موجود ہے کہ غیب سے آواز آئے گی اور وہ آواز یہ ہوگی۔ هٰذَا خَلِیْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِیُّ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَطِیْعُوْهُ۔ یعنی یہ اللہ کے خلیفہ مہدی ہیں ان کی بات مانو اور ان کی اطاعت کرو۔ اس وقت یہ آواز عالم میں گونج اٹھے گی اس وقت مہدی علیہ السلام کھڑے ہوں گے اور ظہور مہدی علیہ السلام کی آخری علامت یہ ہوگی کہ حج کا زمانہ ہوگا۔ اور حجاج میں جنگ ہوگی اور اتنی شدید جنگ ہوگی کہ ہزاروں حجاج قتل ہو جائیں گے اور [illegible] خون سے تر ہو جائے گا۔ اور غالباً

تحریکِ آزادئ ہند

اور

مُسلمان

حصّہ دوم

"جو مُسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم اور اضافوں پر مشتمل ہے"

سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

اسلامک پبلیکیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ

۱۳۔ ای، شاہ عالم مارکیٹ، لاہور (پاکستان)

کا وہ نظام جو تحریک کے ابتدائی حامی آئندہ نسلوں کے لیے قائم کرتے ہیں وہ ان کی پوری نئی پود کو ان کے مسلک کا حقیقی متبع بنا دے۔

اس خطرے کے سدِّ باب اور تحریک کو اس کے بنیادی اصولوں پر برقرار رکھنے کے لیے دو صورتیں اختیار کی جاتی ہیں:-

ایک یہ کہ جو لوگ تعلیم و تربیت اور اجتماعی ماحول کی تاثیرات کے باوجود ناکارہ نکلیں، تکفیر[1] کے ذریعہ سے ان کو جماعت سے خارج کر دیا جائے، اور اس طرح جماعت کو غیر مناسب عناصر سے پاک کیا جاتا رہے۔

دوسرے یہ کہ تبلیغ کے ذریعہ سے جماعت میں اُن نئے لوگوں کی بھرتی کا سلسلہ جاری رہے جو رُجحان و ذہنیت کے اعتبار سے اس تحریک کے ساتھ مناسبت رکھتے ہوں، اور جن کو اس کے اصول و مقاصد اُسی طرح اپیل کریں جس طرح ابتدائی پیرووں کو انہوں نے اپیل کیا تھا۔

یہ اور صرف یہی دو صورتیں ایسی ہیں جو کسی تحریک کو زوال سے اور کسی جماعت یا پارٹی کو انحطاط سے بچا سکتی ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ رفتہ رفتہ لوگ اِن دونوں تدبیروں کی اہمیت سے غافل ہوتے جاتے ہیں۔ جماعت کے باہر سے نئے لوگوں کو اندر لانے کی کوشش کم ہونے لگتی ہے۔ جماعت کی افزائش کے لیے تمام تر نسلی افزائش ہی پر اعتماد کر لیا جاتا ہے۔ اور جو لوگ اِس طرح جماعت کے اندر پیدا ہوتے ہیں اُن میں سے ناکارہ لوگوں کو خارج کرنے میں بھی خونی رشتوں اور معاشرتی تعلقات اور دنیوی مصلحتوں کی خاطر تساہل برتا جاتا ہے۔ طرح طرح کے بہانوں سے جماعتی مسلک میں ایسی گنجائشیں نکالی جاتی ہیں کہ ہر قسم کے رطب و یابس اُس میں سما سکیں۔ اور اس مسلک کو اتنا وسیع کر دیا جاتا ہے کہ سرے سے اس کے

---

[1] موجودہ زمانہ کی تحریکوں میں اسی چیز کو (Purge) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تمام جماعتیں نامناسب آدمیوں کو اپنے دائرے سے خارج کرتی رہتی ہیں۔ بلکہ جماعت کے اصولوں سے علانیہ منحرف ہو جانے والوں کو قتل تک کر دیا جاتا ہے۔ (قدیم)

مرقاة المفاتيح

للعلامة الشيخ علي بن سلطان محمد القاري المتوفى سنة ١٠١٤هـ

شرح مشكاة المصابيح

للإمام العلامة محمد بن عبد الله الخطيب التبريزي المتوفى سنة ٧٤١هـ

تحقيق

الشيخ جمال عيتاني

تنبيه:

وضعنا متن المشكاة في أعلى الصفحات، ووضعنا أسفل منها نص "مرقاة المفاتيح" وألحقنا في آخر المجلد الحادي عشر كتاب "الإكمال في أسماء الرجال" وهو تراجم رجال المشكاة للعلامة التبريزي

الجزء العاشر

يحتوي على الكتب التالية

الفتن - أحوال القيامة وبدء الخلق - الفضائل والشمائل

منشورات
محمد علي بيضون
لنشر كتب السنة والجماعة
دار الكتب العلمية
بيروت - لبنان

وقد بقي في البيت موضع قبره. رواه الترمذيُّ.

الفصل الثالث

٥٧٧٣ ـ (٣٥) عن ابن عبَّاس، قال: إنَّ الله تعالى فَضَّل محمَّداً ﷺ على الأنبياء وعلى أهل السَّماء. فقالوا: يا أبا عبَّاس! بم فَضَّله الله على أهل السَّماء؟ قال: إنَّ الله تعالى قال لأهل السَّماءِ ﴿**ومن يقل منهم إني إله من دونه فذلك نجزيه جهنم كذلك نجزي الظالمين**﴾ وقال الله تعالى لمحمَّد ﷺ: ﴿**إنا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخَّر**﴾

فضائل سيد المرسلين. (**وقد بقي في البيت**) أي في حجرة عائشة (**موضع قبر**) فقيل بينه ﷺ وبين الصديقين وهو الأقرب إلى الأدب. وقيل بعد عمر وهو الأظهر، فقد قال الشيخ الجزري: وكذا أخبرنا غير واحد ممن دخل الحجرة ورأى القبور الثلاثة على هذه الصفة، النبي ﷺ مقدم وأبو بكر متأخر عنه رأسه تجاه ظهر النبي ﷺ، ورأس عمر كذلك من أبي بكر تجاه رجلي النبي ﷺ. وبقي موضع قبر واحد إلى جنب عمر. وقد جاء أن عيسى عليه السلام بعد لبثه في الأرض، يحج ويعود فيموت بين مكة والمدينة. فيحمل إلى المدينة فيدفن في الحجرة الشريفة إلى جنب عمر فيبقى هذان الصحابيان الكريمان مصحوبين. بين هذين النبيين العظيمين عليهما الصلاة والسلام ورضي الله عنهما إلى يوم القيام. (**رواه الترمذي**).

(الفصل الثالث)

٥٧٧٣ ـ (**عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: إن الله تعالى فضل محمداً ﷺ على الأنبياء وعلى أهل السماء فقالوا: يا أبا عباس**) هو كنية ابن عباس (**بم فضله**) أي الله (**على أهل السماء**) كأنهم قدموا الأهم فالأهم، أو هو على منوال ﴿**يوم تبيض وجوه**﴾ [آل عمران ـ ١٠٦] الآية. (**قال: إن الله تعالى قال لأهل السماء: ﴿ومن يقل منهم إني إله من دونه فذلك نجزيه جهنم كذلك نجزي الظالمين﴾**[1]. **وقال الله تعالى لمحمد ﷺ: ﴿إنا فتحنا لك فتحاً مبيناً ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تأخر﴾**[2]). [قال الطيبي]: يفهم التفضيل من صولة الخطاب وغلظته في مخاطبة أهل السماء وفرض ما لا يتأتى منهم وجعله كالواقع، وترتب الوعيد الشديد عليه إظهاراً لكبريائه وجلاله، وأنهم بعداء من أن ينسبوا إلى ما يشاركونه. كقوله: ﴿**وجعلوا بينه وبين الجنة نسباً**﴾ [الصافات ـ ١٥٨]. تحقيراً لهم وتصغيراً لشأنهم، ومن ملاطفته في الخطاب معه ﷺ، وأن ما صدر ويصدر منه مغفور. وجعل فتح مكة علة للمغفرة

الحديث رقم ٥٧٧٣: أخرجه الدارمي ١/٣٨ حديث رقم ٤٦.

(١) سورة الأنبياء. آية رقم ٢٩. (٢) سورة الفتح. الآيتان رقم ١ و٢.

قولہ تعالیٰ ان اللہ وملٰئکتہ یصلون علی النبی ط

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب

تاج کمپنی لمیٹڈ پوسٹ بکس ۲۵۲ لاہور ۵۳۰ کراچی

کپڑے سوت کے تھے (اور حنفیہ نے قمیص کو اس لئے مسنون کہا ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک میت کو قمیص دیا روایت کیا اس کو بخاری وسلم نے) اور حضرت عائشہؓ کی حدیث سے جس میں نفی قمیص کی ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس قمیص میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا وہ نکال لیا گیا تھا نووی نے اسی کو صواب کہا اور عقلی وجہ سے بھی اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر وہ رہتا تو تمام اوپر کا کفن تر ہو کر خراب ہو جاتا اور ابوداؤد کی روایت کو جس میں دو کپڑے اور وہ قمیص جس میں آپ کی وفات ہوئی مروی ہیں یزید بن زیاد کی وجہ سے ضعیف کہا ہے اور ابن ماجہ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آپ کا جنازہ تیار کر کے گھر میں گیا تو اول مردوں نے گروہ گروہ ہو کر نماز پڑھی پھر عورتیں آئیں پھر بچے آئے اور اس نماز میں کوئی امام نہیں ہوا پھر دفن میں کلام ہوا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کی روح اسی جگہ قبض کرتے ہیں جہاں وہ انبیاء دفن ہونا پسند کرتے ہیں آپ کو اس جگہ دفن کرو جہاں آپ کا بستر تھا روایت کیا اس کو ترمذی نے (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر نبی کا مدفن ان کا محل وفات ہی ہو بلکہ صرف محل وفات میں دفن کا محبوب ہونا ثابت ہوتا ہے اور لوگ اپنے ارادہ سے یا کسی عارض کی وجہ سے دوسری جگہ دفن کر دیں تو اور بات ہے) اور حضرت ابو طلحہؓ نے آپ کی لحد کھودی اور قبر شریف میں چار حضرات نے اتارا حضرت علیؓ حضرت عباسؓ اور دو صاحبزادے حضرت عباسؓ کے قثمؓ اور فضلؓ اور آپ کی لحد پر نو اینٹیں کچی کھڑی کی گئیں اور شقران نے کہ آپ کے آزاد کئے ہوئے غلام

فتاویٰ ثنائیہ

جس میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسریؒ کے ۴۴ سالہ فتاویٰ کو فقہی ترتیب کے ساتھ اس طرح مرتب کر دیا گیا ہے کہ عبادات و معاملات کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا۔

محشی بحواشی شیخ الحدیث حضرت مولانا ابوسعید شرف الدین دہلویؒ

جلد اوّل

مرتبہ

حضرت مولانا محمد داؤد صاحب رازؔ

ناشر

ادارہ ترجمان السنۃ، ۷۔ ایبک روڈ، لاہور

مسیح سے افضل نہیں جانتے ہاں بے باپ ہونے سے کچھ ثابت ہوتا ہے تو خدا کی قدرت کاملہ کا اظہار ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید خود اس کی وجہ بتاتا ہے۔ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ ہم مسیح کو بے باپ پیدا کر کے اپنی قدرت کی ایک نشانی بنا دیں گے۔ اس سے مسیح کی فضیلت کا کیا ثبوت۔

(۱۵ نومبر ۱۹۱۸ء)

عیسائیوں پر احسان قرآن کریم

اسلام اور قرآن بذریعہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا میں آیا۔ تو جناب مسیح کے حق میں دو گروہ تھے

(۱) ایک معتقدین عیسائی۔ جو ان کو ان کے اصل رتبہ سے بہت اونچا دکھاتے تھے کہ بندہ سے خدا بناتے

(۲) دوسرا گروہ یہودی۔ جو جناب کی شان میں بہت بدگو تھے۔ سخت ہتک آمیز الفاظ سے یاد کرتے۔ خدا اور رسول تو کیا بھلا آدمی یا معمولی آدمی جاننا بھی ان کے نزدیک جرم تھا۔ اور ہے۔ ایسی حالت میں قرآن پاک اور پیغمبر اسلام علیہ السلام نے دونوں گروہوں کی اصلاح یوں کی۔ کہ الوہیت کے قائلین کو یوں سمجھایا کہ وہ خدا نہ تھے اور یہودیوں کو یوں سمجھایا کہ وہ بھی نبی بلکہ اولوالعزم رسول تھے۔ اس سے مسلمانوں پر بھی جناب مسیح کی عزت کرنا ضروری ہو گیا۔

سوال یہ ہے

کہ اگر پیغمبر اسلام (معاذ اللہ) یہودیوں کی خاطر سے ان کے ہم زبان اور ہم خیال ہو جاتے۔ تو آج جناب مسیح کے بدگوؤں کی تعداد میں کتنے کروڑ کا اضافہ ہوا ہوتا۔ کیا پھر اس احسان یا محبت یا اظہار صداقت کا نتیجہ عیسائیوں کی طرف سے یہ ہونا چاہیے۔ جو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والاشان سے کر رہے ہیں؟

عیسائیو!

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

(اہلحدیث ۱۵ نومبر ۱۹۱۸ء)

سوال: آپ سے اور مرزا غلام احمد قادیانی سے جو مباہلہ ہوا تھا وہ کس بارے میں ہوا تھا مکرر عرض یہ ہے کہ جو شخص اس قسم کا عقیدہ رکھتا ہو کہ امام مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کا آنا غیر ممکن ہے۔ یہ دونوں باتیں غلط ہیں اور شہادت امام حسین علیہ السلام کا بھی قائل نہیں ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا یا ایسے شخص کو مولوی خیال کرنا اور بزرگ سمجھنا کیسا ہے؟

جواب: میرے ساتھ مرزا قادیانی سے جو مباہلہ نہیں ہوا تھا۔ صرف انھوں نے میرے

حق میں یہ کہا تھا کہ ہم دونوں۔ مرزا اور ثناء اللہ میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔ یہ بھی کہا تھا کہ اگر ثناء اللہ مجھ سے پہلے نہ مرا۔ تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ بس یہی اس کا مطلب تھا۔ دیگر یہ کہ جو شخص امام مہدیؑ حضرت عیسٰیؑ یا امام حسینؓ کی شہادت نہیں مانتا۔ وہ بدعتی ہے۔ اس کو امام نہیں بنانا چاہیئے۔ اگر پڑھ رہا ہو تو بحکم وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ۔ پیچھے پڑھ لینا چاہیئے۔

(اہلحدیث ۹ جون ۱۹۱۶ء)

سوال: کیا یہ حدیث صحیح ہے کہ کوئی جاندار آج سے سو برس تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ اگر واقعی اس کا یہی مطلب ہے تو عیسٰی علیہ السلام ارشاد نبویؐ کے بعد بھی اب تک کیوں کر زندہ رہ سکتے ہیں۔

جواب: یہ حدیث صحیح ہے۔ مگر اس کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ اس میں حضورؐ نے فرمایا ہے۔ جو جاندار آج کے دن زمین پر زندہ ہے۔ وہ آج سے سو سال تک زندہ نہ رہے گا۔ اس حدیث میں (زمین پر کا) لفظ موجود ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام تو زمین پر نہیں۔ اس لئے وہ اس میں نہ آئیں گے۔ اور نہ آئندہ کے لئے عام قانون ہے کہ کوئی شخص سو سال سے زیادہ زندگی نہ پائے گا۔ بلکہ جس روز حضورؐ نے فرمایا۔ اس روز سے سو سال تک یہ حکم ہے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ الحمد للہ

(۲۹ نومبر ۱۹۱۸ء)

سوال: ایک شخص اپنے کو احمدی کہلاتا ہے۔ اہل سنت کے عالموں کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے اور مرزا کو مسلمان اور مجدد مانتا ہے۔ یہ بھی کہتا ہے کہ مرزا نے اگر دعویٰ نبوت کیا ہے۔ تو میں مرزا کو کافر سمجھوں گا مگر مرزا نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیا ہم ایسے احمدی کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔

جواب: مرزا قادیان کو ان کے دعوئی الہام اور مہدویت مسیحیت میں سچا صادق القول جاننے والا انہیں کے حکم میں ہے۔ نبوت غیر نبوت کا جھگڑا نہیں۔ یہ تو ان دونوں فریقوں کا آپس میں جھگڑا ہے۔ ہمارے سامنے صرف یہ بات پیش ہے کہ مرزا صاحب اپنے دعوئی الہام میں سچے تھے یا نہیں۔ جو ان کو دعوئی الہام میں سچا سمجھے وہ ان ہی جیسا ہے۔ لہٰذا وہ امام بنائے جانے کے لائق نہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اجعلوا ائمتكم خياركم۔

(۲۳ جنوری ۱۹۴۲ء)

ہفت روزہ
اہلحدیث
لاہور پاکستان
مسلک اہلحدیث کا داعی
مرکزی جمعیۃ اہلحدیث پاکستان کا ترجمان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

بیاد

حضرۃ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد اسمٰعیل سلفی رحمہ اللہ

جلد 42 ۔ ۲۱ تا ۲۷ رجب ۱۴۳۲ھ ۔ 24 تا 30 جون 2011ء ۔ شمارہ ۲۴



اسلامی تعلیمات

کے فروغ کیلئے متحرک ہو جائیں۔

امیر محترم سینیٹر پروفیسر ساجد میر



فاتح قادیان

کی ایک یادگار تحریر



ترکی میں اسلامی بیداری کی لہر

قرآن وسنت کی روشنی میں

☆ پردہ میں تخفیف کن عورتوں کیلئے ہے......؟

☆ معلّمہ کا جوان شاگردوں سے پردہ......؟

☆ ایام حیض میں نکاح کرنا......؟

جماعت کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینا ہر فرد کی ذمہ داری ہے۔

وجاہت بھی خواہ کیسی ہی ہو، جہلاء کا مقابلہ نہ کر سکے گی۔ مولوی ثناء اللہ خوب جانتا ہے کہ حضرت اقدس کا سفر میں روزہ کو چھوڑنا اصل میں تعلیم قرآن کی ترویج تھی لیکن مولوی ثناء اللہ کو یاد ہوگا کہ مولوی مذکور نے اس پتھر برسانے کے فعل کو عمدہ ظاہر کر کے اپنی فطرت کا اظہار کر دیا۔ کیا اس شہر میں اب مباہلہ تجویز ہونا مناسب ہے۔ مولوی صاحب اگر آپ نے (۲۵) امرتسر یا بٹالہ کو تجویز کرنے میں گریز کی بنیاد پہلے ہی نہیں رکھی تو پھر کیا حرج ہے کہ تحریر کے ذریعہ مباہلہ ہو جائے۔ لیکن اگر آپ اس (۲۶) پر ہی راضی ہیں کہ بالمقابل کھڑے ہو کر زبانی مباہلہ ہو تو پھر آپ قادیان آسکتے ہیں اور اپنے ہمراہ دس تک آدمی لا سکتے ہیں اور ہم آپ کا زادِ راہ آپ کے یہاں آنے اور مباہلہ کرنے کے بعد پچاس روپیہ تک دے سکتے ہیں (مولانا طنزاً فرماتے ہیں کہ میرے پہلے قادیان پہنچنے پر جو آپ نے حسب وعدہ ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ مجھے دیا تھا، وہی کافی ہے۔ ان پچاس کی بھلا کیا حقیقت ہے) لیکن یہ امر ہر حالت میں ضروری ہوگا کہ مباہلہ ہونے سے پہلے فریقین میں شرائط تحریر ہو جاویں اور الفاظ مباہلہ (۲۷) تحریر ہو کر اس تحریر پر فریقین اور ان کے گواہوں کے دستخط ہو جاویں گے۔ اور قادیان آنے کی صورت میں ہم شرط حقیقت الوحی کو بھی ضروری نہیں سمجھتے۔ لیکن یہ ضروری ہے (۲۸) کہ مباہلہ کرنے سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم دو گھنٹہ تک اپنے دعاوی اور ثبوت کی تبلیغ کریں اور مولوی ثناء اللہ خاموشی سے سنتا رہے اور بیچ میں نہ بولے اور بعد میں وہ قسماً ظاہر کرے کہ میں اس تبلیغ کے سننے کے بعد بھی مرزا غلام احمد کے دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتا۔ اگر آخر الذکر مباہلہ کو مولوی ثناء اللہ پسند کرے تو جب چاہے آسکتا ہے البتہ اپنے آنے سے پہلے ایک ہفتہ ہم کو اطلاع دے اور اس کے قادیان آنے کی صورت میں اس کی جان اور آبرو کے ہم ذمہ دار ہیں کیونکہ ہماری جماعت (۲۹) مثل بھیڑوں کے ہے اور ہمارے تابع ہے اور ان لوگوں کی طرح درندہ نہیں جن کا نمونہ امرتسر میں دیکھا گیا تھا۔ (بدر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۴۔۵)

جواب: نمبر اول دوم سوم اور چہارم میں آپ نے بالکل سفید جھوٹ سے کام لیا ہے کیونکہ میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا۔ بلکہ آپ نے یا آپ کے حکم سے (بقول آپ کے دیکھو نمبر ۲۹) آپ کے تابعدار مرید ایڈیٹر الحکم نے مجھ کو قسم کھانے کے لئے کہا، جس کو میں نے منظور کیا ہے۔ افسوس ہے کہ میں نے قسم کھانے پر آمادگی کی ہے مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہو۔ حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں جو فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ حلف اور قسم تو ہمیشہ ہر روز عدالتوں میں ہوتی ہے لیکن مباہلہ اس کو کوئی نہیں کہتا۔ پس ہوش سے سنیے اور مخلوق کو دھوکہ نہ دیجئے۔ میں نے جو کہا ہے وہی کہیے۔ اپنے معمولی کذب سے کام نہ لیجئے۔ یہ نہیں کہ میں آپ سے مباہلہ کرنے سے ڈرتا ہوں۔ معاذ اللہ جب میں آپ کو محض خدا کے واسطے ایک مفسد اور دجال جانتا ہوں نہ اب بلکہ سال ہا سال سے، تو میں آپ کے مباہلہ سے کیوں ڈر سکتا ہوں۔ یہ تو نہیں بلکہ آپ کو راست گوئی کا سبق دیتا ہوں کہ آپ عموماً ہر معاملہ میں اور خصوصاً میرے مقابلہ پر کذب بیانی نہ کیا کریں کیونکہ میں آپ کے مکائد سمجھنے میں بفضلہ تعالیٰ مجتہد کا درجہ رکھتا ہوں۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را مے شناسم

پس میں نے جو کہا وہی میرے طرف ثبت کیجئے، دروغ گوئی سے کام نہ لیجئے۔ میں نے حلف اٹھانا کہا ہے، مباہلہ نہیں کہا۔ نہ میں نے آپ کو دعوت دی ہے بلکہ آپ کی دعوت کو منظور کیا ہے۔ نہ میں نے لعنت اللہ علی الکاذبین کہنا لکھا تھا۔ قسم اور ہے مباہلہ اور ہے۔ قسم کو مباہلہ کہنا آپ جیسے راست گوؤں ہی کا کام ہے اور کسی کا نہیں۔

☆ نمبر ۵، میں بھی آپ نے معمولی کذب سے کام لیا ہے۔ بھلا اگر آپ ایسے ہی رحم دل تھے تو پادری عبداللہ آتھم کی بابت کیوں کہا تھا کہ پندرہ ماہ کے اندر اندر مر جائے گا۔ کیوں آپ نے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اسکے بے گناہ داماد کی موت کی پیش گوئی شائع کی تھی؟ ہاں ہم تمہاری اس مہربانی کا گر بھی جانتے ہیں کہ گورنمنٹ سے چونکہ تحریری اقرار ہے کہ میں (مرزا) کسی کے حق میں موت یا عذاب کی پیش گوئی نہ کرونگا اس لئے اب رحمت اور مہربانی کی سوجھی ہے سچ ہے:

عصمت بی بی ست از بے چادری

☆ نمبر ۶ کے مطابق بھی ہم تیار ہیں مگر نمبر ۷ میں جو آپ دلائل سنانے کا وعدہ دیتے ہیں، کیا اس قسم کے وعدے آپ نے پہلے نہیں کئے تھے، کیا آپ کو یاد نہیں کہ شروع شروع میں آپ نے اپنی کتاب ازالۃ الاوہام کے انتظار کرنے کے لئے کیسے کیسے اشتہارات شائع کئے مگر جب وہ نکل آیا تو کیا نکلا۔ وہی بقول شخصے:

جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

☆ نمبر ۸ میں بھی آپ نے اپنے دجال ہونے کا ثبوت دیا۔ خواہ مخواہ اپنی قسم کا ذکر کر دیا۔ اے جناب ہم نے آپ کو کب قسم اٹھانے کے لئے کہا۔ ہم تو نہ آپ کو قسم کھلاتے ہیں نہ آپ کی قسم کا اعتبار کرتے ہیں۔ خواہ آپ تتے توے پر... رکھ دیں۔ ہمیں تو قرآن میں آپ کی قسم پر اعتبار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ پھر ہم آپ کو کیوں قسم دیں اور کیوں اعتبار کریں۔ ہاں آپ نے ہم کو قسم کھانے کے لئے کہا ہے اس لئے ہم تمہارے کہنے سے قسم کھانے کو تیار ہیں۔

☆ نمبر ۹ بھی فضول ہے۔ ہم تو اسی وعدے پر قائم ہیں جو ہم نے ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث میں شائع کیا ہے جس کو آپ نے بھی منظور کیا۔ زائد باتوں کو ہم آپ کی فضول گوئی جانتے ہیں۔ جب آپ کی کتاب نکلے گی تو اس کا جواب بھی دیا جائے گا۔ سر دست تو جہاں سے بات چلی ہے وہ یہ ہے کہ آپ کے کہنے کے مطابق (دیکھو الحکم ۱۷۔ مارچ ۱۹۰۷ء) ہم قسم کھانے کو تیار ہیں۔ قسم کے الفاظ بھی ہم نے لکھ دیئے ہیں اور آپ نے منظور کر لئے ہیں۔ باقی فضول۔

☆ نمبر ۱۰ میں تو آپ مجھ کو عذاب کی تعیین کا اختیار دیتے ہیں مگر نمبر ۱۷ میں اس اختیار کو چھینتے ہیں، کیونکہ آپ لکھتے ہیں، خدا کیوں کسی مجرم کے من کے چاؤ کو پورا کرے۔ پس اس اختلاف کو جو بموجب تعلیم قرآن جھوٹ کی علامت ہے آپ اٹھا دیں گے تو میں بھی حسب (نمبر ۱۰) آپ کو عذاب کی تعیین سے اطلاع دونگا۔

نمبر ۱۱ میں آپ فیصلے کے منتظر ہیں۔ کیا ابھی آپ کا اور آپ کے مخالفوں کا فیصلہ نہیں ہوا۔ اگر نہیں ہوا تو پھر آپ کے دجال اور کذاب مردود وغیرہ ہونے میں کیا شک ہے کیونکہ آپ نے ۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو خود ہی اشتہار دیا تھا جس میں یہ دعا لکھی تھی:

اے میرے مولا! قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ

امت مسلمہ کی ذمہ داریاں

امت مسلمہ عالمی سطح پر امن و آشتی پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کی ذمہ دار ہے

پروفیسر ڈاکٹر حافظ خالد محمود ترمذی

آج کل جن نازک حالات اور بحران سے امت مسلمہ گزر رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی پیش گوئی فرما چکے ہیں۔ حضرت ثوبانؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قریب ہے کہ (تمام) قومیں تم پر متحد طور پر ٹوٹ پڑیں جس طرح وہ کھانا کھانے والے برتن پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کسی نے پوچھا کہ کیا اس وقت ہم تعداد میں کم ہوں گے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ اس وقت تم بہت زیادہ تعداد میں ہوگے لیکن تم جھاگ کی طرح ہوگے جس طرح سیلاب کی وجہ سے (پانی کے اوپر جھاگ آجاتا ہے) اور اللہ تمہارے دشمنوں کے دل سے تمہارا خوف دور کردے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری (وھن) ڈال دے گا۔ پوچھنے والے نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کمزوری (وھن) کیا ہے؟ فرمایا کہ دنیا سے محبت اور موت سے کراہت (ابوداؤد، کتاب الملاحم۔ جلد 4 ص 483-484 دارالحدیث حمص شام 1973ء)۔

روس روزانہ چیچنیا اور بوسنیا پر وحشیانہ بمباری کررہا ہے۔ امریکہ تمام مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دے کر اسلامی ممالک کو برائی (Evil) کے مراکز اور دہشت گردوں کو پناہ دینے کا الزام دے رہا ہے وہ جنگ آزادی یعنی آزادی کے لئے جدوجہد مثلاً کشمیر کے مسلمانوں بھارت کے خلاف جہاد اور فلسطینی مسلمانوں اسرائیل کے خلاف جدوجہد اور دہشت گردی میں کوئی فرق کرنے کو تیار نہیں۔ اس کے برعکس عراق پر کیمیائی اور مہلک ہتھیاروں کی تیاری کے بے بنیاد الزام کے بہانے اس پر حملہ کر کے اب

کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

نیز اسلام ہی ایک ایسا دین ہے جو ان مختلف گروہوں، قوموں، قبیلوں میں بٹی ہوئی انسانیت کو ایک نقطے اور ایک محور و مرکز پر اکٹھا کرسکتا ہے کیونکہ وہ عدل اجتماعی (Social justice) کے قیام کا ضامن دین ہے۔ یہ واحد دین ہے جو رنگ و نسل اور قومی عصبیت کے خلاف ہے۔ وہ تمام انسانوں کو ایک ہی نسل بلکہ بھائی بھائی قرار دیتا ہے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ترجمہ: خدایا گواہ رہنا تمام انسان بھائی بھائی ہیں۔ (حصن حصین۔ ص 105)

کیونکہ ان سب کا باوا آدم اور اماں حوا ایک ہے اور ان سب کا اللہ ایک ہے۔ جس کا پسندیدہ دین بھی ایک ہے۔ اسلام اور جو قوم خود ایک سے زیادہ خداؤں کی قائل ہو وہ نسل انسانی کی وحدت پر کیسے یقین رکھ سکتی ہے۔ لہٰذا وہ تو نسل انسانی کو طبقات میں تقسیم کرکے رکھ دے گی وہ تو انسانوں کو مالدار اور نادار میں بانٹ دے گی۔ وہ تو انسانیت کے ٹکڑے ٹکڑے کردے گی اور انسانوں کو ایک نقطے ایک محور و مرکز پر کیسے جمع کرے گی وہ تو خود منقسم ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ملت اسلامیہ کے لئے جس کی ایک ذمہ داری امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی منکرات کی روک تھام ہے۔ ضروری ہے کہ دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے قوت و شوکت حاصل کرے۔ ادھر موجودہ دور کی سب سے بڑی نفسیاتی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی قومیں مادی علوم میں جس کو اپنا ''امام'' تسلیم کرلیتی ہیں وہ ذہنی اعتبار سے اپنے دیگر تمام تہذیب و تمدنی معاملات میں بھی اسی کو ''امامت'' یعنی قیادت کے منصب پر فائز سمجھنے لگ جاتی ہیں

حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ

اور

معاندین اہل بدعت کے الزامات

مولانا محمد منظور نعمانی

الفرقان بکڈپو لکھنؤ

حضرت شہیدؒ پر دوسرا بہتان

منجملہ اُن افتراآت کے جو حضرت مولانا شاہ اسمٰعیل شہیدؒ فی سبیل اللہ پر باندھے گئے ہیں ایک بہتان یہ بھی ہے کہ مولانا ممدوح نے (معاذ اللہ) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا ہے کہ "آپ کا مرتبہ بڑے بھائی کے برابر ہے اور صرف بڑے بھائی جیسی ہی آپ کی تعظیم وتوقیر کرنی چاہئے" اور اس بہتان کی بنیاد تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پر رکھی جاتی ہے جو اس کی پانچویں فصل میں مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کے فائدے کے ذیل میں لکھی گئی ہے، قبل اس کے کہ ہم ناظرین کے سامنے وہ اصل عبارت مع شرح کے پیش کریں بطور تمہید کے کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

دین وشریعت کی زبان میں اور عام محاورہ میں بھی اخوت، برادری، بھائی چارہ، کئی قسم پر ہے۔

(۱) ایک اخوت نسبی جو ایک باپ کے دو بیٹوں میں، یا ایک دادا کے دو پوتوں میں ہوتی ہے۔ قرآن عزیز میں میراث کی آیتوں میں جہاں کہیں "اَخٌ" یا "اِخْوَۃٌ" کا لفظ آیا ہے وہاں یہی اخوت مراد ہے، نیز ہارون علیہ السلام کو قرآن عزیز میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بھائی کہا گیا ہے اس سے بھی یہی نسبی

اخوت مراد ہے اور اسی نسبی اخوت کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فخریہ کہا ہے:

مُحَمَّدٌ النَّبِيُّ اَخِيْ وَصِهْرِيْ ۔ وَحَمْزَةُ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ عَمِّيْ

"اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے بھائی اور میرے خسر ہیں، اور سید الشہداء حمزہؓ میرے چچا ہیں" (زرقانی: ج۱ ص ۲۴۱)

(۲) دوسری اخوت وطنی اور قومی ہے جو ایک ملک کے باشندوں یا ایک قوم کے افراد میں ہوتی ہے۔ اس کے لئے نہ دینی وحدت ضروری ہے، نہ نسبی قرابت بلکہ صرف وطنی اور قومی اشتراک کافی ہے، قرآن پاک میں حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کا بھائی اور حضرت صالح علیہ السلام کو ثمود کا بھائی اور حضرت شعیب علیہ السلام کو اہل مدین کا بھائی اسی اعتبار سے کہا گیا ہے، حالانکہ ان قوموں کے لوگ عموماً کافر تھے جن پر بعد میں عبرت ناک عذاب بھی آئے، مگر باوجود اس کفر کے صرف وطنی اور قومی تعلق کی بنا پر انبیاء علیہم السلام کو ان کا بھائی کہہ دیا گیا، چنانچہ ارشاد ہے:

(۱) وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا — اور ہم نے قوم عاد کی طرف انکے بھائی ہود کو بھیجا

(۲) وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا — اور قوم ثمود کی طرف انکے بھائی صالح کو بھیجا

(۳) وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا — اور مدین والوں کی طرف انکے بھائی شعیب کو بھیجا

ان آیات میں حضرت ہود، حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام کو اپنی اپنی قوم کا بھائی صرف قومی اور وطنی تعلق ہی کی وجہ سے کہا گیا ہے اور اسی حیثیت سے آج بھی غیر مسلم اہل وطن کو برادرانِ وطن کہا جاتا ہے۔

(۳) تیسری اخوت دینی ہے جو ایک دین کے تمام ماننے والوں میں ہوتی ہے، اسی لحاظ سے قرآن عزیز میں "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" (۱) اور حدیث پاک میں "اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ" (۲) فرمایا گیا ہے، یہ اخوت اتنی وسیع ہے کہ اس کی وجہ سے مشرق کا رہنے والا ایک شخص اقصائے مغرب کے ایک باشندے کا اور قطب جنوبی کا رہنے والا ایک انسان قطب شمالی کے رہنے والے دوسرے انسان کا بھائی ہوسکتا ہے، بشرطیکہ ان کا دین واحد ہو، یہاں تک کہ اس اخوت کے اعتبار سے باپ اور بیٹے، دادا اور پوتے بھی آپس میں بھائی بھائی ہوسکتے ہیں، نیز اس لحاظ سے ہر پیغمبر اپنی امت کا بھائی اور امت کا ہر فرد پیغمبر کا بھائی ہوتا ہے، اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ پیدا ہونے والے مسلمانوں کی نسبت ارشاد فرمایا تھا:

وَدِدْتُ اَنَّا قَدْ رَاَیْنَا اِخْوَانَنَا (مشکوۃ شریف، بحوالہ صحیح مسلم)

"مجھے خواہش ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھتے"

اور اسی اعتبار سے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب کہ وہ طواف کعبہ یا عمرہ کے لئے مکہ معظمہ جارہے تھے فرمایا تھا:

یا اخی شبنا بشئی من دعائك و لا تنسنا

"اے میرے بھائی ہم کو بھی اپنی دعا میں شریک کرلینا اور ہمیں بھول نہ جانا"

اور جب آنحضرت ﷺ کی طرف سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

---

(۱) تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں (۲) ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔

کے لئے حضرت صدیق اکبر ؓ کو پیام دیا گیا تو حضرت صدیق ؓ نے عرض کیا:

اَوَ تصلح له وهي ابنة اخيه؟

"کیا عائشہ آپ کی بیوی بن سکتی ہے؟ حالانکہ وہ آپ کے بھائی کی (یعنی میری) بیٹی ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:

أنت اخی وانا اخوك فی الاسلام (زرقانی ج ۳ ص ۲۳۰)

"تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں دین اسلام میں (نہ کہ نسب میں)"

اور شب معراج میں جب آسمانوں پر دوسرے انبیاء علیہم السلام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی تو اسی دینی وحدت اور رشتہ نبوت کی وجہ سے اکثر نے مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاَخِ الصَّالِحِ کہہ کر آپ کا خیر مقدم کیا، یہاں تک کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے بھی (جو بنا بر قول مشہور آپ کے اجداد میں سے ہیں) حضور کو بھائی کہا۔ (کمافی صحیح البخاری، جز ۱۳)

کیونکہ اس اخوت میں نسبی تعلق کا لحاظ ہی نہیں ہوتا اور عرض کیا جاچکا ہے کہ یہ اخوت باپ بیٹے اور دادا پوتے میں بھی ہوسکتی ہے۔

(۴) چوتھی اخوت جنسی ہے جو تمام بنی آدم میں پائی جاتی ہے اور اس لحاظ سے تمام بنی آدم کی ایک برادری ہے اور ہر انسان دوسرے انسان کا جنسی بھائی ہے۔

ابوداؤد شریف "کتاب الصلوة باب مایقول الرجل اذا

"سلّم" میں آنحضرت ﷺ سے بعد نماز کی جو دعا منقول ہے اس کا ایک جملہ یہ بھی ہے " اَنَا شَهِيْدٌ اَنَّ الْعِبَادَ كُلُّهُمْ اِخْوَةٌ - میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سارے بندے بھائی بھائی ہیں"، اور ایک دوسری حدیث میں وارد ہے۔

كُلُّكُمْ بَنُوْ آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ

"تم سب آدم کے بیٹے ہو اور آدم کو مٹی سے بنایا گیا تھا۔"

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہو کر یہ شعر مشہور ہے۔

الناس من جهة التمثال اكفاء — ابوهم آدم والأم حوّاء

سب انسان صورت شکل کے لحاظ سے برابر ہیں۔ — آدم علیہ السلام ان سب کے باپ اور حوا سب کی ماں ہیں۔

بہر حال اس اعتبار سے کہ تمام آدمی آدم وحوا کی نسل سے ہیں سب ہی آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

بنی آدم اعضاء یکدیگر اند
کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

اس چوتھی اخوت کا دائرہ سب سے زیادہ وسیع ہے اور اپنی وسعت کے لحاظ سے یہ اللہ کے سارے بندوں کو اور تمام بنی آدم کو محیط ہے اور اس کے اعتبار سے تمام افراد انسان خواہ وہ موجود ہوں یا گزشتہ، مومن ہوں یا کافر، کالے ہوں یا گورے، عربی ہوں یا عجمی، یورپین ہوں یا ایشیائی سب ہی آپس میں نسلی بھائی ہیں۔ اِنَّ العباد کلّهم اخوة

اس تمہید کے بعد ہم تقویۃ الایمان کی وہ عبارت مع شرح کے پیش کرتے ہیں جس پر افتراء مذکور کی بنیاد رکھی گئی ہے حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ نے تقویۃ الایمان کی پانچویں فصل میں شرک فی العادات کا رد کرتے ہوئے مشکوٰۃ شریف باب عشرۃ النساء سے ذیل کی حدیث نقل کی ہے اور ساتھ ہی اس کا لفظی ترجمہ بھی کیا ہے، جو ہم انہی کے الفاظ میں حدیث کے بالمقابل درج کرتے ہیں۔

اخرج احمد عن عائشة رضی اللّٰه عنها، ان رسول اللّٰه ﷺ كان فی نفر من المهاجرين والانصار فجاء بعير فسجد له فقال اصحابه يا رسول اللّٰه يسجد لك البهائم والشجر فنحن احق ان نسجد لك فقال اعبدوا ربكم واكرموا اخاكم۔

"امام احمد نے ذکر کیا کہ بی بی عائشہؓ نے نقل کیا کہ پیغمبر خدا مہاجرین اور انصار میں بیٹھے تھے کہ آیا ایک اونٹ پھر اس نے سجدہ کیا پیغمبر خدا کو، سو ان کے اصحاب کہنے لگے، اے پیغمبر خدا تم کو سجدہ کرتے ہیں جانور اور درخت سو ہم کو ضرور چاہئے کہ تم کو سجدہ کریں، سو فرمایا بندگی کرو اپنے رب کی اور تعظیم کرو اپنے بھائی کی۔"

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کی ممانعت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ عبادت صرف اپنے رب کی کرو، اور اپنے بھائی کی یعنی میری تعظیم کرو، پس آپ نے خود ہی اس حدیث میں اپنے کو امتیوں کا بھائی

DAILY EXPRESS
ایکسپریس

نواز شریف: احمدی ہمارے بھائی بہن، دہشتگرد پنجاب میں جہاں بھی ہونگے پیچھا کرینگے

احمدیوں پر حملہ قابل مذمت ہے، سکیورٹی حکومت کی ذمہ داری ہے، وزیراعلیٰ دہشتگردی کے واقعات کو ٹیسٹ کیس کے طور پر لیں

پارلیمنٹ کیخلاف بات کرنا عوامی نمائندوں کی توہین ہے، مشرف کو باہر بھیجنے والے انہیں واپس نہیں آنے دینگے، گفتگو

لاہور (نامہ نگار خصوصی، مانیٹرنگ ڈیسک، نیوز ایجنسیاں) مسلم لیگ (ن) کے قائد نواز شریف نے کہا ہے کہ دہشت گردوں کا کوئی دین، مذہب اور علاقہ نہیں ہوتا، اس سیلاب کا سب کو مل کر مقابلہ کرنا ہے، دہشت گرد جہاں پر بھی ہونگے ان کا پیچھا کریں گے، سراغ بھی لگائیں گے اور قلع قمع بھی کرینگے احمدی ہمارے بہن، بھائی ہیں، ان پر حملہ قابل مذمت ہے، ان کی سکیورٹی بھی حکومت کی ذمے داری ہے۔ وہ لاہور میں رکن پنجاب اسمبلی ڈاکٹر

DAILY EXPRESS

احمدی کبھی مسلمانوں کے بھائی نہیں ہو سکتے: علما کا ردعمل

نواز شریف کے قوم سے معافی مانگنے تک احتجاج کرینگے، الیاس چنیوٹی، سمیع الحق اور دیگر

لاہور، اسلام آباد (سٹاف رپورٹر، سپیشل رپورٹر) دینی جماعتوں کے راہنماؤں نے میاں نواز شریف کی طرف سے احمدیوں کو اپنا بھائی اور محب وطن کہہ کر اسلام دشمنی اور منکرین ختم نبوت سے اپنی وفاداری کا اظہار قرار دیتے ہوئے کہا کہ ہم اس کی بھرپور مذمت کرتے ہیں، (ن) لیگ کا ایجنڈا احمدیوں اور باطل قوتوں کو خوش کرنا ہے، قیامت کے دن احمدیوں کو اپنے بھائی کہنے والے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت سے محروم رہیں گے، احمدی کافر ہیں، وہ نواز شریف کے بھائی ہو سکتے ہیں مسلمانوں کے نہیں، نواز شریف ہوش کے ناخن لیں، جذبات مجروح کرنے پر مسلمانوں سے معافی اور اللہ کے حضور توبہ کریں۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے امیر مولانا محمد الیاس چنیوٹی، صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی، حافظ طاہر محمود اشرفی، مولانا عاصم مخدوم، مولانا قاری محمد رفیق وجھوی، مولانا شبیر احمد عثمانی و دیگر نے کہا کہ احمدی پاکستان کی غدار جماعت ہے اور آج تک احمدیوں نے پاکستان کے آئین کو تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی پاکستان کے وجود کو تسلیم کیا۔ 7 ستمبر 1974ء کو پارلیمنٹ نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ نواز شریف کے بیان کے خلاف پورے پاکستان میں احتجاج کیا جائیگا اور جب تک یہ قوم سے معافی نہیں مانگیں گے احتجاج جاری رہے گا۔ جمعیت علما اسلام کے سربراہ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ نواز شریف نے بیان دیکر پوری امت مسلمہ کے جذبات مجروح کیے ہیں انہیں اپنا بیان واپس لینا ہوگا۔ مسلمان اپنی جانوں پر کھیل کر توہین رسالت کے قانون کی حفاظت کرینگے۔ جے یو آئی کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالغفور حیدری نے کہا کہ نواز شریف کا بیان 73ء کے آئین سے انحراف ہے۔ احمدیوں کو پارلیمینٹ ہی نہیں بلکہ دنیا کے کئی اسلامی ممالک نے انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا ہے۔ نواز شریف امریکہ کو خوش کرنے کی بجائے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کو خوش کریں۔ جماعت اسلامی کے ترجمان ڈاکٹر فرید احمد پراچہ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ احمدیوں کے غیر مسلم ہونے کے بارے میں امت مسلمہ اور ملت اسلامیہ پاکستان کا اتفاق ہے۔ قوم احمدیوں کے بارے میں نرم گوشہ قبول نہیں کرے گی۔